اویسی بک سٹال جامع محمد رضا مجتبیٰ ﷺ
پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

اللہ و رسول ﷺ کافی ہیں
ندیم بن صدیق اسلمی

اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ (القرآن)
اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو اپنے فضل سے غنی کردیا

رسول اللہ ﷺ کا منصبِ رسالت
قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں

تالیف
ندیم بن صدیق اسلمی

کتاب کا نام: اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں
تالیف: ندیم بن صدیق اسلمی
کمپوزنگ: علامہ مہر حیات حیدری
نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز
پروفیسر مرزا بہشت بیگ
کتاب سیٹنگ محمد یوسف چشتی

فہرست

	باب دوم: اللہ و رسول ﷺ سے اعراض پر حکم سزا	

تقریظ

صاحبزادہ سید حامد فاروق بخاری

پرنسپل: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ضیاء القرآن کیمپس سعید آباد دیوکن شریف گجرات

ایمان، محبت رسول ﷺ سے ہے

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾(۱)

ترجمہ: آپ کہہ دیں !اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ نہایت بخشنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

محبت کی سب سے بڑی علامت اتباع ہے کیونکہ محبت کرنے والا ہمیشہ اپنے محبوب کی پیروی اور موافقت کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر ایسا نہ ہوتو اس کا دعوی محبت اپنی اہمیت کھو دیتا ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے اپنے ساتھ محبت کا دعوی کرنے والوں کو آزمانے کیلئے اپنے محبوب نبی ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے تاکہ جو آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی کرے گا وہ بارگاہ صمدیت میں بھی کامیاب ٹھہرے گا اور جو اس اتباع کے معیار کو قائم نہیں رکھے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں

(۱)—ضیاء القرآن، ۱٦٦/۵

دائمی خائب وخاسر قرار پائے گا۔

اب یہ بات غور طلب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کیسے کی جائے؟ آپ کے بتائے ہوئے رستے پر کیسے چلا جائے؟ تو اس سوال کا جواب قرآن کے سوا ہمیں کہیں سے نہیں ملے گا۔ کیونکہ قرآن کلام الٰہی ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کا بین ثبوت ہے۔ اسی لئے قرآن نے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کی (ذات) میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اتباع اسی صورت میں ممکن ہوگی جب ہم قرآن کو پڑھیں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ہاں! بعض لوگ قرآن سے محبت کے دعوے تو کرتے ہیں لیکن عملاً زندگی میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع نہیں کرتے۔ تو اب یہ ان کے ایمان کا امتحان ہے کہ اگر وہ قرآن سے محبت میں سچے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کی مکمل پیروی کریں ورنہ قرآن سے محبت کا دعویٰ چھوڑ دیں کیونکہ جب انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے محبوب کا کلام بھی محبوب ہوتا ہے اور قرآن کیونکہ اللہ کا کلام ہے تو جو لوگ صرف اللہ سے محبت کے دعوے دار ہیں انہیں اللہ کے کلام قرآن سے بھی محبت کرنی چاہیے کیونکہ محبوب کا جو کلام ٹھہرا۔ اور محبوب کے کلام نے اللہ کی بارگاہ میں محبت کی قبولیت کا معیار فقط حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو قرار دیا۔

(۱)—الانفال:۱۲—۱۳

اب محبت کا فطرتی تقاضا یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کی معرفت حاصل کرے اور آپ ﷺ کی پہچان تب ہی ہوگی جب آپ ﷺ کی سیرت اور شمائل کو پڑھا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے جتنا آپ کے علم میں اضافہ ہو گا اتنا ہی اضافہ آپ ﷺ سے محبت میں ہوگا۔

اسی مقصد کے حصول کیلئے محترم المقام پروفیسر ندیم بن صدیق نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے جتنا بھی مطالعہ کیا دل کو فرحت اور سرور نصیب ہوا۔

پروفیسر ندیم بن صدیق کے ساتھ میرا تعلق مختلف النوع ہے وہ میرے دوست بھی ہیں، بھائی بھی اور ہاں! میرے استاد بھی۔ تو ایک شاگرد اپنے استاد کے علمی کام کے بارے میں کیا رائے دے سکتا ہے لیکن جتنا استاد ندیم بن صدیق صاحب کو میں جانتا ہوں وہ صحیح معنوں میں علم دوست اور وسیع المطالعہ انسان ہیں۔ مزاج میں شستگی اور کلام میں نرمی ان کا خاصہ ہے۔ کتاب ان کی ''صدیق'' اور قلم ان کا ''ندیم'' ہے۔ دل تو چاہ رہا ہے کہ یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دوں اور ان کے بارے میں ایک کتابچہ تحریر کردوں لیکن ڈرتا ہوں کوئی بھی ایک لفظ اصل مقصد سے ہٹ نہ جائے۔

پروفیسر صاحب نے اس کتاب کا نام **''اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں''** تجویز کیا ہے۔ بڑا عمدہ نام ہے، ٹائٹل میں حد درجہ دلکشی ہے اور ایک مومن کے سچے ایمان کی علامت بھی یہی ہے لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ''قرآن فہمی'' کا جذبہ بھی پیدا ہوگا اور ''سوز صدیق'' بھی حاصل ہوگا۔ تو اس طرح وہ لوگ جو قرآن کے سہارے نعوذ باللہ نبی محتشم ﷺ کی شان میں تنقیص کرتے رہے اب اس کاوش کی بدولت اصل توحید سے روشناس ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ کی محبت اور سیرت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن یہ ایک منفرد انداز تحریر ہے جس میں ہر دلیل فقط قرآن کی آیت اور اس کی تفسیر ہی نظر آئے گی۔اس حوالہ سے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ پروفیسر ندیم بن صدیق کا ہی خاصہ ہے۔

بڑے تو چھوٹوں کو دعائیں دیتے ہیں لیکن چھوٹے تو خود ہر وقت طالب دعا رہتے ہیں۔اب یہ مشکل آن پڑی ہے کہ چھوٹا بھی ہوں اور دعا بھی دینی ہے کیونکہ یہ عظیم تحقیقی کام اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اس جملہ پر اپنی تحریر کو ختم کروں "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ"

صاحبزادہ سید حامد فاروق بخاری
پرنسپل: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ضیاء القرآن کیمپس
سعید آباد بوکن شریف گجرات

☆☆☆☆☆☆
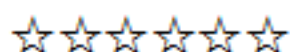
تقریظ

صاحبزادہ مفتی پیر محمد عثمان افضل قادری
ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد
مراڑیاں شریف گجرات

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو انسانیت کی راہنمائی اور اصلاح و فلاح کے لیے مبعوث فرمایا:

﴿لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسول﴾۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مؤمنین میں رسول بھیج کر ان پر احسان عظیم فرمایا۔

اور پھر امت پر آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع اور ادب و محبت کو لازم و ضروری کر دیا۔ اور قرآن مجید میں انداز ایسا اپنایا کہ جہاں اپنا ذکر کیا وہاں رسول اللہ ﷺ کا بھی ذکر کیا۔

﴿من یطع اللہ و رسولہ﴾۔

﴿فاتبعونی یحببکم اللہ﴾۔

﴿یآ یھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ﴾۔

﴿احب الیکم من اللہ ورسولہ﴾۔

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اطاعت و محبت کا ذکر فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کو واضح بیان کر دیا۔

اس کے علاوہ بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ

ﷺ کی اطاعت واتباع اور ادب ومحبت کے ساتھ حاکمیت وولایت، عطاء ورضا وغیرہ کو بیان فرمایا اور آپ ﷺ کی نافرمانی ومخالفت اور عدم اتباع کو ممنوع قرار دے کر مخالفین کو شدید وعید سنائی ہے۔

ندیم بن صدیق اسلمی نے ان تمام جہات کو قرآن کریم کی روشنی میں بیان کیا ہے اور بہت دلکش انداز اپنایا ہے جہاں جہاں اللہ ورسول ﷺ کا ذکر اکٹھا آیا ہے ان آیات کو ذکر کیا پھر ان کا شان نزول بیان کیا اور پھر اس کی مقصدیت کو بڑے احسن انداز میں بیان کر دیا۔

ان کی یہ کاوش قابل داد ہے اللہ تعالی ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے اور ایسی کئی کاوشوں کو مقبول ومنظور فرمائے اور ان کے زور قلم میں مزید طاقت ووسعت عطا فرمائے۔آمین۔

پیر مفتی محمد عثمان افضل قادری
ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد
مراڑیاں شریف گجرات

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز
چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف گجرات

اللہ تعالی منعم حقیقی ہے جس نے انسان کو لامحدود نعمتوں سے نوازا اسے کائنات میں جلوہ گر کرنے سے پہلے اس کی ضروریات کا پورا پورا بندوبست کیا، کھانے ،پینے ،اوڑھنے وغیرہ کے لوازمات وافر مقدار میں پیدا فرمائے عمومی رہنمائی اور زندگی گزارنے کے لیے حواس خمسہ کی نعمت سے سرفراز کیا۔

عالم الغیب والشہادۃ نے اس اشرف المخلوقات کے لیے کچھ ایسی بھی نعمتوں کا انتظام فرمایا جو اس کے حواس خمسہ کی رسائی سے بالاتر ہیں لیکن اس کی تکمیل انسانیت کے لیے انتہائی ضروری ہے اور اس کے دنیوی اور اخروی مصالح کا حصول اور مفاسد سے بچاؤ کا بندوبست ہوتا ہے۔

انسان دنیوی مصالح ومفاسد کے بارے میں حواس خمسہ کی مدد سے بعض اوقات صحیح راہنمائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے لیکن وہ سو فیصد یقینی راہنمائی کے حصول سے قاصر رہتا ہے اخروی زندگی میں کامیابی کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالی نے نبوت ورسالت کے ذریعے انسان کی رہبری کا انتظام فرمایا:

فاما یأتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون .(۱)

---

۱ :البقرۃ: ۳۸

ترجمہ: میری طرف سے آپ لوگوں کے پاس ضرورت ہدایت نامہ آئے گا جو اس ہدایت نامہ کی پیروی کرے گا اسے خوف وحزن لاحق نہیں ہوگا۔

منصب نبوت ورسالت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس منصب کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کرتا رہا ہے جو اس کے شایان شان تھے انہیں عام انسان سے بڑھ کر نمایاں خصوصیات سے نوازا جنہوں نے انسانیت کی راہبری کے لیے بے مثال عملی نمونے پیش کیے، احکام الٰہی کو پہنچانے کا حق ادا کردیا اس سلسلہ نبوت ورسالت کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جنہیں عالمگیر، جامع اور ابدی تعلیمات دے کر مبعوث فرمایا گیا جن کے اسوہ حسنہ کو دنیوی واخروی زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کے لیے آئیڈیل قرار دے کر ان کی اتباع واطاعت اور محبت ومودت کو اہل ایمان کے لیے لازمی قرار دے دیا۔

اللہ رب العزت نے اپنی آخری اور لاریب کتاب میں متعدد احکام وامور میں اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے اس محترم ومکرم رسول ﷺ کا ذکر فرمایا ہے جس سے آشکارا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات الگ الگ ہونے کے باوجود احکام کی پیروی اور معاملات زندگی میں دونوں کی اتباع واطاعت اور عصیان و عداوت کا معاملہ ایک جیسا ہے۔

عزیزم ندیم بن صدیق (ندیم عباس) نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اس تعلق کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی اس کتاب **"اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں"** میں سعی مشکور فرمائی ہے جس سے ان کی قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ محبت رسول ﷺ کا پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے

چونکہ آج کل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے معاملہ میں جس قسم کی تفریق کی جاتی ہے اس سے رسول ﷺ کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کر کے گویا اسلام کی سب سے بڑی خدمت سمجھا جاتا ہے جو درحقیقت اسلام کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔

عزیزم ندیم بن صدیق کی یہ کوشش عصر حاضر کی اہم ضرورت کو پورا کرنے

میں سنگ میل ثابت ہو سکتی ہے جب کہ کوئی قاری اسے تعصب کی عینک اتار کر اور غیر جانبدار ہو کر راہ ہدایت کا متلاشی ہو تو اس کے لیے یہ کتاب ضرور خضر راہ ثابت ہو گی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز
چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ
یونیورسٹی آف گجرات

مقدمہ

الحمد للہ الذی بعث الانبیاء و النبی الاطہر ﷺ والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء الذی حمل حمل الوحی من اللہ تبارک وتعالی واٰتی حقہ وعلی اٰلہ و صحبہ اجمعین۔

اللہ تعالی کی جامع حکمتِ عملی جس کے ماتحت نظامِ کائنات منظم ہے وہی اقتدارِ اعلیٰ و حاکمیت اعلیٰ کا مالک ومختار وہ جسے چاہے نواز دے، جسے چاہے بے حساب دے، نہ اس کی عطا پر کوئی پابندی، نہ عدمِ عطا پر کوئی پکڑ، اس نے تو اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو منصوبہ تخلیق کا جزو لازم قرار دے کر ان کو نیابتِ حاکمیت عطا فرما کر جملہ عوالم کا ہادی و رہبر بنا دیا اور آپ کی حیات طیبہ مبارکہ کو لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا اور پھر ہر حال میں اپنے محبوب ﷺ کو اپنی عنایات و لطافتوں کے سایہ میں رکھا اور ہمیشہ کے لئے اپنی عطاؤں سے نواز دیا اور اس سے بڑھ کر اور نوازش ہو بھی کیا سکتی ہے کہ لاریب کتاب کے ذریعے ایک راز افشا کیا اور وہ یہ کہ کئی مقامات پر اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کیا اور مجھ جیسے حقیر پر تقصیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالی نے آقا ﷺ کی عظمت و شان بیان کرنے کے لئے موقع و توفیق اور ہمت عطا فرمائی جو میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی آپ ﷺ کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت کو بیان کرنے کا حق ہماری زبانیں اور قلمیں ادا ہی نہیں کر سکتیں ان کی عظمت وہ ہی جانیں یا ان کا خدا جانے بس یہ تو طلبِ مغفرت اور اظہارِ محبت کا ایک بہانہ ہے۔

اس کتاب کا نام میں نے **"اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں"** رکھا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جس طرح توحید پر ایمان لانا ضروری ہے یوں ہی رسالت پر بھی

ایمان لانا ضروری ہے جس طرح توحید ایمان کا جزو لازم ہے ایسے ہی رسالت بھی ایمان کا جزو لازم ہے اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان، محبت اور اطاعت ہر حال میں لازم و ضروری ہے ۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ توحید رسالت کو اور رسالت توحید کو اس اعتبار سے مستلزم ہے کہ رسالت کی شان توحید اور توحید کی پہچان رسالت ہے لہٰذا ذکرِ رسالت سے غلو کا تصور لغو ہوگا

اس کتاب میں صرف قرآنی آیات مع تفسیر سے استفادہ کیا گیا ہے اور صرف وہ آیات ذکر کی گئی ہیں جن میں اللہ تعالی نے اپنے ساتھ اپنے رسول کریم ﷺ کا ذکر فرمایا ہے۔

آخر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز چیر مین شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف گجرات جنہوں نے قدم بقدم میری رہنمائی فرمائی اور محترم علامہ مہر حیات حیدری کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ کا فریضہ سرانجام دیا اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر ہمارے لئے ذریعہ بخشش بنائے۔ (آمین)

ندیم بن صدیق اسلمی
فاضل انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
بانی ادارہ سراج منیر

حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر قرآن کریم میں اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا وہ اطاعت ہو یا صفتِ غناء، وہ عزت کی بات ہو یا نافرمانی کی، عطا کی بات ہو یا براۃ کی، ولایت کی بات ہو یا خیانت کی، ہدایت کی بات ہو یا نصرت کی، مال فئی کی بات ہو یا غنیمت کی، عفوودرگزر کی بات ہو یا مخالفت کی، ایمان کی بات ہو یا کفر کی، رفعتِ ذکر کی بات ہو یا نعمت کی، دعوت کی بات ہو یا بیعت کی، شہادت کی بات ہو یا رحمت کی، حلت کی بات ہو یا حرمت کی، حفاظت کی بات ہو یا نصیحت کی، بصارت کی بات ہو یا نورانیت کی، ایذاء کی بات ہو یا نافرمانی کی، محبت کی بات ہو یا عداوت کی۔ جہاں جہاں اپنا ذکر کیا وہاں وہاں رسول کریم ﷺ کا ذکر کیا

اس میں جو صفات خدا کی وہی صفات مصطفیٰ ﷺ کی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خدا کی صفات قدیم، ازلی اور ذاتی ہیں لیکن مصطفیٰ کریم ﷺ کی صفات عطائی ہیں، اللہ خالق ہے اور محبوب ﷺ مخلوق ہیں۔

اب ہم ان صفات ومعاملات کا ذکر کرتے ہیں جن میں اللہ و رسول کا اکٹھا ذکر آیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح رب کریم نے اپنے رسول کریم ﷺ کی عظمت ومحبت کے دو عالم میں چرچے کیے ہیں اور ان کے اپنے ساتھ رشتہ رسالت ومحبت کو کس انداز زیبا و دلربا کے ساتھ بیان فرمایا۔

باب اول: اللہ ورسول ﷺ سے ربط کا حکم اور انعامات

اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان

ایمان کا معنی ومفہوم

ایمان امن سے ہے جس کا معنی ہے مان لینا ،تسلیم کر لینا ،تابع فرمان اور مطیع ہونا۔شرع میں ایمان سے مراد اللہ تعالٰی اور اس کے احکامات کو صدق دل سے ماننا ہے۔

زبان سے اقرار کا نام اسلام اور دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے۔

اس پر دلیل اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

(جب دیہاتیوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم ایمان لے آئے تو اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں کے بھید کھولتے ہوئے فرمایا:

﴿قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم﴾ ۔(۱)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ تم مسلمان ہوئے ہو کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں ابھی تک داخل نہیں ہوا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ دل سے تصدیق کا نام ایمان اور زبان سے اقرار کا نام اسلام ہے۔

اللہ تعالٰی نے اپنے اور اپنے محبوب ﷺ پر ایمان لانے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلاo﴾ ۔(۱)

---

(۱)— الحجرات:۱۴

ترجمہ: "بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اس آیہ کریمہ میں چند صفات سے متصف فرمایا:

شاهداً:

یہ شھد (ش، ھ، د) سے ماخوذ ہے اور شاھد کا معنی ہے "گواہ"

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ویکون الرسول علیکم شهیداً﴾ ۔(۲)

ترجمہ: "اور رسول تم پر گواہ ہیں۔"

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا﴾ ۔(۳)

ترجمہ: اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

مبشراً:

یہ ب، ش، ر سے ماخوذ اور باب تفعیل سے اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے خوشخبری سنانے والا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وما ارسلناک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا﴾ ۔(۴)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کو تمام انسانیت کی طرف خوشخبری اور برے انجام سے

---

(۱)—الفتح:۸—۹

(۲)—البقرة: ۱٤۳

(۳)—النساء: ٤۱

(٤)—سبا: ۲۸

آ گاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔"

نذیراً:

یہ نذر ینذر سے ہے جس کا معنی ہے "ڈرانا یا ڈرسنانا یا برے انجام سے آگاہ کرنا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا اور برے انجام سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی یہ صفات ومقاصد ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلاo﴾ ۔(۱)

ترجمہ: "تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو۔"

یعنی اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو برے انجام سے آگاہ بھی کریں گے اور خوشخبریاں بھی سنائیں گے اور آپ ﷺ دنیا وآخرت میں لوگوں پر گواہ ہوں گے لہٰذا تم ہر حال میں میرے پیغمبر ﷺ کی بات ماننا اور صدقِ دل سے اُن پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم وتوقیر بھی تم پر لازم ہے۔

گویا کہ ایک انقلاب اور انقلابی تنظیم کی طرف اشارہ دیا جارہا ہے کہ جب میرے رسول ﷺ تم کو بلائیں تو انکار کی گنجائش نہیں۔ ان کی جماعت وتنظیم میں شامل ہوجانا۔

آپ ﷺ لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر درخشندہ راہوں

---

(۱)— الفتح:۹

پر گامزن فرمائیں گے۔عہدِ جاہلیت میں ہونے والے ظلم وستم اور نا انصافی وبدامنی کے جال کو توڑ کر تمھیں اس قید سے رہائی دلائیں گے۔لوگوں کو دنیا کی حقیقت،اس کی لذات

وخواہشات اور فنائیت سے خبر دار کر کے دارِ بقا کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔لہٰذا تم اُن کے دست وبازو بن جانا اور ان کی ہر پکار پر لبیک کی صدا بلند کرنا،ان پر جان نثار کرنا اور دینِ متین کی سربلندی کے لیے اپنے تمام تر وسائل پیش کرنا اور ہر حال میں اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں محبوب کی بارگاہ میں بے ادبی نہ ہو جائے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں کیونکہ آقا علیہ السلام پر ایمان خدا پر ایمان ہے اور اُن کا انکار خدا کا انکار ہے اس لیے آپ ﷺ پر ایمان لانے سے جملہ امم سابقہ کے احکامات منسوخ ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کی شریعتِ مطہرہ لاگو ہو جائے گی جو آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہوگا وہ دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوگا۔

یہود ہوں یا نصاریٰ سب پر لازم وضروری ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں۔چاہے ہزار بار وہ توحید کے قائل ہوں مگر صرف توحیدی ہونے سے ایمان نصیب نہیں ہوتا جب تک وہ اتباع واقتدا محمدی کا قلادہ اپنے گلے میں نہ ڈال لیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر نہ کرنے والا دائرۂ اسلام کی حدود سے خارج ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ ساتھ تعظیم وتوقیر بھی ضروری ہے۔

امام شنقیطی فرماتے ہیں:

وما تضمنته هذه الاية الكريمة ومن لزوم توقير النبي ﷺ وتعظيمه واحترامه جاء مبينا في مواضع اخر كقوله تعالىٰ:﴿لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه.... الاية.﴾ على القول بان الضمير

فی ﴿تعزروہ وتوقروہ﴾ للنبی ﷺ۔ (۱)

ترجمہ: ”اور یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور احترام کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور دوسرے مقام پر واضح آیا ہے کہ ﴿لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ.... الایة﴾ اس قول کے مطابق ﴿تعزروہ وتوقروہ﴾ میں ضمیر نبی کریم ﷺ کی طرف راجع ہے۔“

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فاوجب اللہ تعالیٰ تعزیرہ وتوقیرہ والزم اکرامہ وتعظیمہ. (۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو واجب اور عزت وتعظیم کو لازم قرار دیا ہے۔“

ایک اور مقام پر نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی تعظیم کا حکم دیتے ہوئے متبعین کو مژدۂ جانفزا سنایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر ویحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبئث ویضع عنھم اصرھم والاغلل التی کانت علیھم فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون ۝﴾۔ (۳)

ترجمہ: ”وہ لوگ جو پیروی کریں گے اس رسول کی جو بے پڑھے نبی ہیں ان کا ذکر

---

(۱)—اضواء البیان ۷/۴٦۲

(۲)—الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ص: ۲٦۰

(۳)—الاعراف: ۱۵۷

توراۃ و انجیل میں پائیں گے وہ ان کو اچھائی کا حکم اور برائی سے روکے گا اور پاک چیزیں اُن کے لیے حلال اور خبیث چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور پھندے اُتار دے گا جو ان پر تھے پس جنہوں نے ایمان لایا اور ان کی تعظیم و نصرت کی اور جو نور آپ کے ساتھ نازل ہوا اس کی اتباع کی وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔"

اس آیت کی تشریح میں ہم امام شنقیطیؒ کی تفسیر پر اکتفا کرتے ہیں:

وما تضمنته هذه الاية الكريمة من لزوم توقير النبي وتعظيمه......

وقد دلت آيات من كتاب الله على ان الله تعالىٰ لا يخاطبه في كتابه باسمه وانما يخاطبه بما يدل على التعظيم والتوقير كقوله: يا ايها النبي، يا ايها الرسول، يا ايها المزمل، يا ايها المدثر مع انه ينادى غيره من الانبياء باسمآء هم كقوله: وقلنا يآدم وقوله: وناديناه ان يا ابراهم وقوله: قال يا نوح انه ليس من اهلك قيل: يا نوح اهبط بسلام منا وقوله: قال يا موسىٰ اني اصطفيتك على الناس وقوله: اذ قال الله يا عيسىٰ اني متوفيك وقوله: يا داؤد انا جعلنك خليفة. (۱)

ترجمہ: "یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر پر دال ہے۔اور یہ آیات قرآنیہ اس بات پر بھی دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اکرم ﷺ کو نام سے مخاطب نہیں فرمایا بلکہ ایسے طریقے سے مخاطب فرمایا جو آپ کی تعظیم و توقیر پر دلالت کرتا ہو جس طرح فرمایا: **یا یھا النبی، یا یھا الرسول، یا یھا المزمل، یا یھا المدثر** حالانکہ باقی انبیاء کو اُن کے ناموں سے بلایا جس طرح کہ فرمایا اور ہم نے کہا: **یادم** اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: **وناديناه ان يا ابراهيم** اور **يا نوح انه ليس من**

---

(۱)—اضواء البیان ۵۲/۶۰

اھلک اوریا نوح اھبط بسلام منا اوریا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس اوراذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیک اوریاداؤد انا جعلناک خلیفۃ۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قل یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الہ الا ھو یحیی ویمیت فامنوا باللّٰہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللّٰہ وکلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون٥﴾۔(۱)

ترجمہ: ''آپ فرمادیں اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے پاس ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔پس تم اللہ اور اس کے رسول جو بے پڑھے نبی جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتے ہیں اور تم اس کی پیروی کروتا کہ ہدایت پا جاؤ۔''

یہ آیت کریمہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عموم رسالت پر جامع دلیل وبرہان ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ قل کے ساتھ خود آقا علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے اپنی بادشاہت وحاکمیت اوراپنے اوپر ایمان لانے کا بیان کروایا۔

پس ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حاکمیت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جامعیت کو صدقِ دل سے مان لے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت وجامعیت کا انکار اللہ تبارک وتعالیٰ کی حاکمیت وملکیت اور عطا کا انکار ہے۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا خدائے بزرگ وبرتر پر ایمان لانا ہی ہے۔

---

(۱)—الاعراف:۱۵۸

کچھ مزید آیات

اب ہم طوالت کے خوف سے مختصراً صرف اُن آیات کو ذکر کرتے ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا ذکر ہے شانِ نزول اور تفصیل کے لیے کتبِ تفاسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ ﴿یاایھا الذین امنوا امنوا باللّٰہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اس کتاب پر جو اس کے رسول پر نازل ہوئی' ایمان لاؤ۔''

۲۔ ﴿فامنوا باللّٰہ ورسولہ وان تومنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم O﴾ ۔(۲)

ترجمہ: ''پس تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کر لو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

۳۔ ﴿فامنوا باللّٰہ ورسولہ والنور الذی انزلنا واللّٰہ بما تعملون خبیر O﴾ ۔(۳)

ترجمہ: ''پس اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔''

---

(۱)—النساء:۱۳۶
(۲)—آل عمران:۱۷۹
(۳)—التغابن:۸

۴۔ ﴿انما المؤمنون الذين امنوا بالله ورسوله واذا كانوا معه على امر جامع لم يذهبوا حتى يستأذنوه ان الذين يستأذنوك اولئك الذين يومنون بالله ورسوله﴾۔(۱)

ترجمہ: ”بے شک مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب بھی وہ آپ کے پاس کسی حکم پر جمع ہوئے تو واپس نہ پلٹے آپ سے اجازت لیے بغیر اور جو اجازت طلب کر کے جاتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں۔“

۵۔ ﴿ولو كانوا يومنون بالله والنبي وما انزل اليه ما اتخذوهم اولياء﴾۔(۲)

ترجمہ: ”اور اگر وہ اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان لاتے تو کفار کو دوست نہ بناتے۔“

۶۔ ﴿ومن لم يومن بالله ورسوله فانا اعتدنا للكافرين سعيرا﴾۔(۳)

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو ہم نے کفار کے لیے شعلے تیار کر رکھے ہیں۔“

۷۔ ﴿تومنون بالله ورسوله وتجاهدون في سبيل الله﴾۔(۴)

ترجمہ: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔“

۸۔ ﴿والذين امنوا بالله ورسله اولئك هم الصديقون٥﴾(۵)

ترجمہ: ”وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی سچے ہیں۔“

---

(۱)—النور:٦٢
(۲)—المائدہ:٨١
(۳)—الفتح:١٣
(٤)—الصف:١١
(٥)—الحدید:١٩

۹۔ ﴿والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما ٥﴾۔ (۱)

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن میں سے کسی کے درمیان (رسول ہونے) میں فرق نہ کیا انہی کو عنقریب اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ان آیات طیبات میں اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو اجر عظیم اور بخشش ورحمت اور سچا ہونے کی خوشخبری سنائی گئی اور منکرین وکفار کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف توحید کا قائل ہونا کافی نہیں ہے جب تک رسالت پر ایمان نہ لائے جس طرح عقیدۂ توحید پر ایمان ضروری ہے اسی طرح عقیدۂ رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

ظاہر ہے عقیدہ رسالت بھی تو من جانب اللہ ہے اور اسی کے ہی منصوبہ تخلیق کا لازمی جز ہے۔

---

(۱)۔ النساء:۱۵۲

اللہ اور رسول ﷺ کا ادب

اللہ تعالیٰ نے نبی محتشم ﷺ کے ادب و تعظیم اور توقیر کو مومنین پر لازم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿یاایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ سمیع علیمo﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے، جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی روشنی میں تمام چیزوں میں رسول اکرم ﷺ سے تقدیم کو ممنوع قرار دیا چاہے وہ نمازِ عید سے قبل قربانی ہو یا رمضان سے پہلے ایک دن کا روزہ، راستے میں چلنے کی بات ہو یا کلام کے آغاز کی بات ہو۔ کیونکہ ہر قول و فعل اور عمل میں قائد و امام کی اتباع کی جاتی ہے تقدیم نہیں۔ لہٰذا یہاں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع اور ہر معاملے میں آپ کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے اور اوامر و نواہی میں عدم احتیاط بھی اسی زمرہ میں آتی ہے۔ لہٰذا ہر حال میں رسول اکرم ﷺ کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا ہے تاکہ سبقت و تقدیم کسی بھی حال میں نہ ہو اور کائنات کے تاجدار کا مقام و مرتبہ و منزلت ہمیشہ رہبر و راہنما کی حیثیت سے رہے۔

شانِ نزول و مقصدیت

اس آیت کریمہ کے مختلف شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں جن کو ہم اختصار سے بیان کرتے ہیں:

کچھ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے نماز ادا فرمانے سے پہلے ہی عید الاضحیٰ

---

(۱)—الحجرات:۱

کے موقع پر قربانی کردی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(۱)

کچھ لوگوں نے رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی رسول مکرم ﷺ سے پہلے روزے رکھنے شروع کردیے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(۲)

کچھ مفسرین نے ہر قسم کے اوامر ونواہی میں عدمِ احتیاط کو آیت کے نزول کا سبب بتایا ہے۔

بہر حال مقصدِ نزول آیت یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے کسی بھی صورت میں تقدیم نہ ہو کیونکہ رسول کریم ﷺ سے تقدیم خدا سے تقدیم ہے۔اسی وجہ سے ہر شخص پر احترامِ رسول ﷺ لازم کردیا گیا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

ذکر اللّٰہ اشارة الی وجوب احترام الرسول علیه الصلوٰة والسلام والانقیاد لاوامره.(۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اس میں رسول اللہ ﷺ کے احترام کے وجوب اور اوامر میں آپ کی اتباع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔''

ذیل میں ہم چند آیات ذکر کرتے ہیں جو ادبِ نبوی ﷺ پر دلالت کرتی ہیں:

۱۔ ﴿یاایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۞﴾۔(۴)

---

(۱)—روح المعانی،۲۴۷/۱۹
(۲)—مصدر سابق،۲۴۷/۱۹
(۳)—التفسیر الکبیر،۱۶۳/۱۴
(۴)—الحجرات:۲

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچا مت کرو اور جس طرح آپس میں اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس طرح بھی نہ کرو کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔''

۲۔ ﴿ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیمo﴾۔(۱)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پست رکھتے ہیں انہی کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے چن لیا ہے، ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔''

۳۔ ﴿یایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیمo﴾۔(۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم (رسول اللہ ﷺ کو) راعنا نہ کہو بلکہ کہو کہ ہم پر نظر فرمایئے اور بغور سن لو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

۴۔ ﴿ان الذین ینادونک من ورآء الحجرات اکثرھم لا یعقلونo﴾۔(۳)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجرات کے پیچھے سے صدائیں لگاتے ہیں ان میں سے اکثر عقل ہی نہیں رکھتے۔''

۵۔ ﴿لا تجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاo﴾۔(۴)

---

(۱)—الحجرات:۳
(۲)—البقرہ:۱۰۴
(۳)—الحجرات:۴
(۴)—النور:۶۳

ترجمہ: "رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔"

ان تمام تر آیاتِ بینات میں ادب مصطفیٰ کریم ﷺ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔اور اس بات کو ہر شخص جانتا ہے کہ جتنا اہم کام ہوگا اتنا ہی اہم حکم ہوگا یا جتنا اہم حکم ہوگا اتنا ہی اہم کام ہوگا چونکہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالی کے تخلیقی امر کے جزو لازم ہیں جن کی بعثت کا مقصد حیاتِ انسانی کو چار چاند لگانا ہے سو آپ کی عقیدت واحترام کو لازم قرار دیا ویسے بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب تک امیر کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کے ادب کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو تکمیل مشن کے امکانات نہیں ہوتے لیکن یہ تو ایک عام قاعدہ (General rule) ہے یہاں ہم اس ہستی کی بات کر رہے ہیں جن کے در کے گدا دنیا کے تمام مشن ہیں جو تعمیر انسانیت ومعاشرہ کا مرکز ومنبع ہیں سو حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کا ادب ہر حال میں لازم وضروری ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے محبت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ان کان ابا ؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مسکن ترضونها احب الیکم من الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره و الله لا یهدی القوم الفٰسقین.(۱)

ترجمہ: فرما دیجیے: تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، تمہارا کمایا ہوا مال، ایسی تجارت جس کے ضائع ہونے کا تمہیں خوف ہو، اور ایسی رہائشیں جو تمہاری پسندیدہ ہوں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہوں، اور اللہ کے راستے میں جہاد سے بھی بڑھ کر ہوں تو اللہ کا حکم آنے کا انتظار کرو، اور اللہ فاسقوں کی جماعت کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اللہ و رسول ﷺ سے محبت کو نہ صرف لازم قرار دیا بلکہ تمام دنیاوی معاملات پر محبت کو ترجیح دینے کا حکم دیا نیز وعید اور فسق کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔

شانِ نزول و مقصدیت

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

الآیة فی سبب نزولها ثلاثة اقوال :

احدها: انها نزلت فی الذین تخلفوا مع عیالهم بمکة ولم یهاجروا . قاله ابو صالح عن ابن عباس.

---

(۱)—التوبة:۲٤

والثاني : ان علي ابن ابي طالب قدم مكة فقال لقوم الا تهاجرون ؟ فقالوا : نقيم مع اخواننا و عشائرنا و مساكننا فنزلت هذه الآية ،قاله ابن سرين .

والثالث: انه لما نزلت الآية التي قبلها ، قالوا يا رسول الله ﷺان نحن اعتزلنا من خالفنا في الدين ،قطعنا اباء نا و عشيرتنا ، وذهبت تجارتنا ،وخربت ديارنا فنزلت هذه الآية .(١)

ترجمہ:

اس آیت کے نزول کے اسباب پر تین قوال ہیں:

۱۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جواپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں ہی رکے رہےاورہجرت نہیں کی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تشریف لائے اورلوگوں سے کہا: کیاتم ہجرت نہیں کروگےتوانہوں نے کہا: ہم اپنے بھائیوں، برادریوں اورگھروں میں ہی رہیں گےتو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۳۔ جب اس سے پہلی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا:یا رسول اللہﷺ دین میں مخالفت کے سبب ہم علیحدہ ہوئے ،اپنے بڑوں اور برادریوں سے قطع تعلقی کی، ہماری تجارت گئی، ہمارے شہرخراب ہوئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول سے ہی اس بات کااندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کورسول اللہﷺ کی معیت وصحبت اوراسلام کی خاطر قربانی کا شعور نہیں تھااورانہوں نے ہجرت کی بجائے اپنے گھروں ،بیوی بچوں ،بھائیوں، رشتہ داروں

---

(١)–زاد المسير لابن الجوزی ٣/ ٣٦١

،برادریوں اور مال وتجارت کو ترجیح دی،اللہ تعالی نے ان کی دنیاوی خواہشات کو رد کر دیا اوران کے فسق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عذاب کے لیے تیار رہنے کا عندیہ دیا۔

آیت کریمہ کے نزول کا اہم مقصد یہ ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کی محبت کو ایمان کا جزولازم دینا ہے دنیا کی ہر تمنا وآرزو،چاہے مال ودولت کی ہو یا تجارت کی ،بیوی بچوں کی ہو یا برادریوں کی ، زمینوں کی ہو یا مکانوں کی ،گویا دنیا کی ہر خواہش اللہ ورسول ﷺ کی محبت کے آگے کسی اہمیت کی حامل نہیں جب ایک طرف اللہ ورسول ﷺ کی محبت کی بات ہواور دوسری طرف دنیاوی معاملات کی تو سب چیزیں بعد میں اوراللہ ورسول ﷺ کی محبت پہلے ہونا لازم ہے۔

یہاں انسانی ایمان واعمال کا ترازو ومیزان پیش کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی اپنے ایمان واعمال کی اہمیت وقیمت کا اندازا لگانا چاہے تو ایک طرف دنیاوی معاملات وخواہشات اورتمنائیں وآرزو اور دوسری طرف اللہ ورسول ﷺ کی محبت ،جس طرف رجحان ومیلان زیادہ ہوگا نتیجہ اسی طرف ہوگا اور اللہ ورسول ﷺ سے محبت والفت کا رجحان ومیلان زیادہ ہوگا تو ایمان واعمال کی اہمیت بڑھ جائے گی بصورت دیگر ایمان واعمال کسی اہمیت کے حامل نہیں ہوں گے۔

محبت کیا ہے؟

لفظ محبت میم کے فتحہ کے ساتھ ہے،جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿و القيت عليك محبة مني﴾۔(۱)،

اورحب (ح،ب،ب) سے ماخوذ ہے،جس سے مراد: مائل ہونا،پسندیدہ ہونا، دوستی رکھنا،میلان رکھنا،دل پسنداورمحبوب ہونا ہے۔

علامات محبت

---

(۱)—طٰہٰ: ۳۹

جب کسی کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس کا میلان اسی کی طرف زیادہ ہوتا ہے جس طرح ماں، باپ کی محبت بچوں سے، زمین داروں کا میلان زمینوں کی طرف، محقق کا میلان کتابوں اور تحقیق کی طرف، وغیرہ۔

اللہ ورسول ﷺ سے محبت کا تقاضا نہ صرف یہ ہے کہ ان کی طرف میلان ہو، ان سے محبت ہو بلکہ ان تمام چیزوں سے بڑھ کر ہو، اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو کامل نمونہ واسوہ بنا کر مبعوث فرمایا اور ان سے محبت وقربت کو اپنی محبت وقربت قرار دیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبت کو کامل ایمان قرار دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین .(۱)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے والد ، بچے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ودل پسند نہ ہو جاؤں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھماو ان یحب المرء لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار .(۲)

ترجمہ: جس میں تین چیزیں موجود ہیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔

۱۔ اللہ ورسول ﷺ اس کو تمام چیزوں (یعنی جو اللہ اور رسول کے سوا ہے) سے بڑھ کر محبوب ودل پسند ہوں۔

---

(۱)–صحیح البخاری ۱/ ۲٤

(۲)–صحیح البخاری ۱/ ۲٦

۲۔ کسی بھی شخص سے محبت صرف اللہ کے لیے کرے۔
۳ اس کو کفر کی طرف جانا ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ وجزو لازم ہے جس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی دو اقسام ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات وصفات سے محبت
۲۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسنت سے محبت

رسول اللہ ﷺ کی ذات وصفات سے محبت

اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو سراپائے حسن و جمال بنایا آپ کے جسد اقدس میں خوبصورتی یوں ودیعت کر دی کہ دنیا کی ہر چیز کی خوبصورتی اور اس کا نور اس مہر وچاند کے آگے بے نور وماند دکھائی دیتی ہے، آپ ﷺ کا والضحی چہرا، واللیل زلفیں ،یٰسین دندان، مازاغ کا جل، الم نشرح سینہ، آپ کے کان، آپ کی بینی مبارک، آپ کے دست وپا اور جسم کا ہر ہر عضو اپنے اندر کمال حسن و جمال سمیٹے ہوئے خوبصورتی کا پیکر ہے، آپ تمام حسن و جمال کا مرکز ومحور اور منبع ہیں، سوز صدیق اکبر، عشق بلالی ،محبت جامی اس پیکر حسن و جمال پر فدا ہیں، آپ ﷺ ذات وصفات کے اعتبار سے ہیں ہی اس قابل کہ آپ ﷺ سے محبت کی جائے، آپ ﷺ کے حسن و جمال اور صفات کا ہر جگہ تذکرہ کیا جائے، ہر محفل میں آپ ﷺ کو یاد کیا جائے، آپ ﷺ کی یاد میں خود کو تڑپایا جائے، آپ ﷺ کی فرقت وجدائی میں آنسو بہائے جائیں، ساری چیزوں کو آپ کی یاد کے وقت بھلا دیا جائے۔بس آپ کو ہی یاد کیا جائے، بس آپ کو ہی یاد کیا جائے اور بس آپ کو ہی یاد کیا جائے۔

اور اگر کوئی آپ ﷺ کی ذات کے متعلق نازیبا کلمات بولے تو اس کی نہ صرف زبان بندی کی جائے بلکہ اس کو واصل جہنم کیا جائے کیونکہ محبوب کے دشمن سے

عداوت رکھنا اصول محبت ہے اور محبوب کے دوستوں سے محبت رکھنا علامت محبت ہے
۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسنت سے محبت

یہ بھی تقاضائے محبت ہے کہ جس سے محبت ہو اس کے طریقہ حیات کو اپنایا جائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی بھی عادت اس کی رضا کے خلاف ہو اور اسے ناپسند ہو۔
رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسنت مبارکہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے ،اس کی حمایت وتائید اور دفاع کیا جائے ، اور اس کے لیے جان فدا کی جائے۔

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کی دو حیثیتیں ہیں:

۱۔ انفرادی سنت
۲۔ اجتماعی سنت

انفرادی سنت

ایسا طریقہ مبارکہ جو رسول اللہ ﷺ نے انفرادی طور پر اختیار فرمایا ہے جس طرح احکامات الہیہ کی پابندی جیسے نماز ، روزہ ، حج ، زکوۃ ،اور حلال چیزوں کو حلال جاننا اور حرام چیزوں کو حرام جاننا ،اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرنا ، اللہ کے دین کی خاطر خود کو دن رات لگا دینا ، ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنا ، اپنا شب و روز اللہ کے دین کی خاطر گزارنا ، قرآن کریم کی تلاوت کرنا ہوتے ، اٹھتے اللہ کو یاد کرنا ، مسواک کرنا ، ہر وقت حالت وضو میں رہنا ، صفائی وطہارت کا خوب خیال رکھنا ، اللہ تعالی سے استغفار کرتے رہنا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے محبوب ﷺ کی اداؤں کو جانا جائے ، ان کا فہم حاصل کیا جائے ، مطالعہ سیرت کو اپنے لیے لازم قرار دیا جائے ،سنت مبارکہ پر آگاہی حاصل کرنے کے لیے محدثین سے درس حدیث حاصل کیا جائے ، اور پھر ان تمام مذکورہ انفرادی سنتوں کو محبوب کی ادائیں سمجھ کر ادا کیا جائے اور

ہر حال میں مخالفت سنت سے بچا جائے ،اور اپنے سیرت و کردار کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی جائے۔

اجتماعی سنت

ایسا طریقہ جو رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی طور پر اختیار فرمایا ہو، جس طرح لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا، اچھے اخلاق سے پیش آنا، معاشرے کی بہترین تشکیل کے لیے دن، رات کوشاں رہنا، ، حدود دین کا تعین اور قوانین دین کی پاسداری کرنا ،غیبت ،چغل خوری، معاشرتی فساد و بگاڑ ،حقوق میں ڈاکہ زنی ،قتل و غارت گری کے خاتمہ کے لیے ہمہ تن کوشش کرنا ،اہل و عیال اور رشتہ داروں اور تمام مسلمانوں بلکہ بعض مقامات پر غیر مسلموں سے بھی حسن سلوک کرنا، دین متین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف و مشغول رہنا ،لوگوں کو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر راہ ہدایت پر لانے کے لیے کوشش کرنا، اپنے اوپر باقیوں کو ترجیح دینا، عفو و درگزر کرنا ، پیغام محبت و اخوت دینا، کسی کا دل نہ دکھانا ،ہر ایک کی عزت نفس کا خیال رکھنا، عورتوں و بچوں اور بوڑھوں کو ان کے حقوق دینا وغیرہ۔
اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے اس اجتماعی طریقہ کار کو اپنایا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی ادائیں سمجھ کر اپنے اوپر ان کا نفاذ کیا جائے تا کہ خود معزز ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرہ بھی صاحب اقدار ہو جائے۔

تقاضائے محبت

ان تمام اشیاء کو اپنے اوپر لازم کرنے کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے اس وقت تک دعوی محبت کامل نہیں ہے جب تک محبت کے اثرات ظاہر نہ ہوں کیونکہ تقاضائے محبت یہی ہے کہ:

☆ محبوب کے حکم کی تعمیل کی جائے۔
☆ محبوب کے عمل کے مطابق عمل کیا جائے۔
☆ محبوب کو یاد کیا جائے اور زبان پر کثرت سے اس کا ذکر ہو۔

- ☆ محبوب کے اقرباء کی قدر کی جائے۔
- ☆ محبوب کی پسند اپنی پسند اور اس کی ناپسند سے نفرت کی جائے۔
- ☆ محبوب کی باقیات و آثار سے محبت کی جائے۔
- ☆ محبوب کی شان بے نیازی کا تذکرہ کیا جائے۔
- ☆ محبوب کے اوصاف جمیلہ وحمیدہ کو کثرت سے بیان کیا جائے۔
- ☆ محبوب کے لیے اپنی جان فدا کی جائے۔
- ☆ محبوب کے ہر عمل کی حمایت وتائید کی جائے۔

اس کے سوا محبت کی کاملیت میں کوئی چارہ نہیں، سب دعوے بیکار ہیں، نہ محبوب راضی نہ انسان، انسان کامل، اس لیے محبت وعشق رسول ﷺ کے دعویداروں کو خود کو سیرت رسول ﷺ کے سانچہ میں ڈھال کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت

حاکمیت

حکم سے ہے جس کا معنی ہے فیصلہ کرنا۔

اللہ تعالٰی نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی حاکمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا۝﴾۔(۱)

ترجمہ: ''کسی مومن اور مومنہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ فرمانے کے بعد اپنے معاملے کا اختیار نہیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی نے اپنی حاکمیت (حقیقی) کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حاکمیت (نیابتی) کا ذکر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو مومنین کے لیے مختار کل قرار دیا ہے اور آپ کے ہر فیصلہ اور حکم پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم اور نہ ماننے پر کھلی گمراہی کی وعید سنائی ہے۔

ظاہر ہے کوئی شخص کسی علاقے کا کونسلر یا ناظم یا پنچائیت یا سربراہ ہوتا ہے اور کوئی ضلعی سطح پر اور کوئی صوبائی یا وفاقی عہدہ رکھتا ہے اور کوئی پورے ملک کا صدر و حاکم ہوتا ہے لیکن یہاں کسی علاقے یا ملک کی بات نہیں پورے عالم اسلام کی بات ہو رہی ہے۔ عالم اسلام کے دینی و دنیاوی اور تشریعی نظام کی بات ہو رہی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم

---

(۱)—الاحزاب:۳۶

ﷺ سب سے پہلے ریاست مدینہ کے حاکم بنے اور پھر یہ سلسلہ ایک انقلاب کی شکل

میں پھیل گیا اور رسول کریم ﷺ ایک بہترین اور جامع حاکم قرار پائے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک شارع بھی تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس اللہ کی عطا اور حکم سے ایسے اختیارات تھے کہ اگر کسی نے حج کی فرضیت کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حج ہر سال نہیں زندگی میں ایک بار فرض ہے اور کبھی ایک کی گواہی کو دو کے برابر قرار دیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی تشریعی حاکمیت کی دو مثالیں ہیں۔

ایسا کوئی حاکم نہیں کہ جس کے پاس کل کائنات کے اختیارات و احکام شرعیہ و امورِ دینیہ مکمل اختیار کے ساتھ ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے سیاہ و سفید کا مالک ہو یہاں تک کہ آپ کے تصرفات و احکام صرف جن و انس تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ آپ کی حاکمیت میں ایسی جامعیت و تمامیت تھی کہ اگر پتھر کو اشارہ کرتے تو وہ چلتا ہوا حاضر ہو جاتا اور کبھی کائنات کی ہر چیز خود بخود آپ کی اتباع و اطاعت میں لگ جاتی جس طرح بوقت قضائے حاجت درختوں کا حاضر ہونا، پتھروں کا درود و سلام پڑھنا وغیرہ۔

اس لیے رسول اکرم ﷺ کی حاکمیت ہر قوم اور ہر عالم پر مسلم ہے چاہے وہ عالم ناسوت ہو یا ملکوت، وہ حیوانات ہوں یا جمادات و نباتات ہوں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی مومن و مسلم، قوم، قبیلہ، گورنمنٹ یا حکومت کی طرف سے بنائی ہوئی کمیٹیاں، عدالتیں، پنچائتیں، سینٹ، پارلیمنٹ، ایوان صدر، نظریاتی کونسل وغیرہ کسی کو اس معاملے کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی کر کے یا ایسی راہیں تجویز کرے کہ حلیۂ اسلام بگڑتا ہوا نظر آئے۔

آج ہم اپنے ملک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اس ملک کے باشندوں نے کبھی سوچا کہ جس مقصد کے لیے ہمارے اسلاف

نے اس ملک کو حاصل کیا تھا کیا ہم نے اس کو پورا کیا؟ اس کے نام کا پاس رکھا؟ کتنے لوگ قتل ہوتے، آئے روز کچہریوں میں، تھانوں میں، محلوں میں، قریہ قریہ، نگر نگر قتل وغارت، چوری، ڈکیتیوں کا بازار گرم ہے کتنے لوگوں کو پھانسی دی گئی؟ کتنے لوگوں کے ہاتھ کاٹے گئے؟ تھانوں میں روپے بٹور کر قاتل کو حاکم اور بدمعاش بنا دیا جاتا ہے، بیچارے مقتول اور مظلوم کے وارثین عدالتوں کے چکر کاٹ کاٹ کر اپنی ساری زمینیں بیچ کر بغیر کسی نتیجے کے اپنے گھروں کو لوٹ آتے ہیں۔ کئی سال تک کیس (Case) عدالتوں میں التواء کا شکار ہوتے ہیں لیکن طاقتور اور پیسے والے لوگ تھانوں پر اور عدالتوں پر راج کرتے ہیں اور طاقت کے بل بوتے پر ہر جگہ دندناتے پھرتے ہیں۔ ایک معروف انگریزی مقولہ ہے:

Law is always the slave of the riches.

اگر کوئی منصف آ ہی جاتا ہے تو اس کے راستے پر کانٹے بچھا دیے جاتے ہیں یا اس کا تبادلہ (Transfer) کروا دیا جاتا ہے یا اس کو نا اہل (Dismiss) کر دیا جاتا ہے یا اسے اس قدر مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ خود ہی مستعفی (Resigned) ہو جاتا ہے۔

کاش نظامِ مصطفی ﷺ کا قیام ہو جائے تو ہر طرف قتل وغارت کی بجائے احترامِ انسانیت ہو چوری وڈاکہ کے بجائے لوگوں کے مال واسباب کی حفاظت ہو، عدالتیں اور کچہریاں ذلیل ورسوا کرنے کی بجائے عدل وانصاف فراہم کریں، انصاف پیسوں کے عوض نہ بکے، قانون تک ہر شخص کی رسائی ہو۔ اگر یوں ہو جائے تو پوری دنیا میں مسلمانوں کی جاہ وجلالت کے ڈنکے بجیں اور پھر سے اسلامی انقلاب اقوامِ عالم کا مقدر بن جائے۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ جب علمائے کرام نفاذِ نظامِ مصطفی ﷺ کا اعلان کرتے ہیں تو بیرونی غیر مسلم قوتیں دخل اندازی (Interferance) کرتی ہیں اور ہر طریقہ اور حربہ استعمال کر کے مدارس اور علماء کو بدنام کرنے کی سرتوڑ کوششیں کرتے

ہیں جس کے نتیجے میں ضعیف الاعتقاد مسلمان ان یہود ونصاریٰ کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر اپنی سوچوں کے قیدی بن کر رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آزادی وحاکمیت کا تصور ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر سے غلامی وبربریت کی حکومت غالب آجاتی ہے۔

شانِ نزول ومقصدیت

اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول ہم نے نافرمانی والے باب میں ذکر کر دیا ہے۔ یہاں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں تا کہ اس کو مزید سانچۂ حقیقت میں ڈھالا جا سکے۔

یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضور نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی کے حق میں نازل ہوئی کہ حضور ﷺ نے زید بن حارثہ جو حضور ﷺ کے لے پالک تھے ان کے نکاح کے لیے زینب کو پیغام دیا جسے حضرت زینب اور ان حضرت نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینب وغیرھا راضی ہو گئے اور حضرت زید کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے حکم اور مشورہ میں فرق ہے۔ حکم پر سب کو سر جھکانا پڑے گا اور مشورہ کے بارے میں قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی لیے یہاں **قضی اللّٰہ ورسولہ** فرمایا گیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿وشاورھم فی الامر﴾۔(۱)

معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو اختیار نہیں ہوتا اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو

---

(۱) –آل عمران:۱۵۹

وہ حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب کے لیے ہوا۔ غرضیکہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے دین و دنیا کے معاملات کے مالک و مختار ہیں۔

اس سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے دوسرے یہ کہ حضور ﷺ ہر مومن کے جان و مال کے مالک ہیں تیسرے یہ کہ حضور ﷺ کا حکم ماں باپ کے حکم سے زیادہ اہم ہے چوتھے یہ کہ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔ دیکھو عورت کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے کہ کسی سے اپنا نکاح کرے یا نہ کرے مگر حضور ﷺ کے حکم پر اسے اپنے نفس کا بھی اختیار نہیں۔ (شان حبیب الرحمان)

اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت تسلیم کرنا ہر حال میں ضروری ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿واذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون۝﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تب ان میں سے ایک گروہ اعراض کرنے لگتا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون۝﴾ ۔(۲)

ترجمہ: ''بے شک مومنین کا کہنا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں وہ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی اور وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔''

ان آیات طیبات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حاکمیت، قضا اور اس کے ماننے یا نہ ماننے والوں کا بیان ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس کو رسول ﷺ کا حکم یا فیصلہ منظور نہیں وہ حکم خدا سے گریزاں اور روگرداں ہے اور جو منظور کرلے تو کامیاب و کامران ہے۔

شان نزول اور مقصدیت

نزلت ھذہ الآیۃ فی بشر المنافق کانت بینہ وبین الرجل من

---

(۱)—النور:۴۸

(۲)—النور:۵۱

الیھود خصومة فی ارض فقال الیھودی نتحاکم الی محمد ﷺ وقال المنافق نتحاکم الی کعب بن الاشرف فان محمدا یحیف علینا فانزل اللّٰہ الایة. (۱)

ترجمہ: ''یہ آیت کریمہ بشر منافق کے بارے میں نازل ہوئی اس کا اور ایک یہودی کا زمین کے بارے میں جھگڑا ہو گیا تو یہودی کہنے لگا ہم محمد ﷺ سے فیصلہ کروائیں گے اور منافق کہنے لگا ہم کعب بن اشرف سے کروائیں گے کیونکہ محمد ﷺ ہم پر ظلم کریں گے۔''

مقصدیت

نزولِ آیاتِ کریمہ کا مقصد حضور نبی اکرم ﷺ کی امانت و دیانت، آپ کی حاکمیت، عہدہ قضا، پاکدامنی، سچائی و راستی کو بیان کرنا، آپ کی اطاعت و اتباع اور پیروی کو لازم قرار دینا، اپنے ذکر کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی نیابتی حاکمیت پر مہر ثبت کرنا اور منافقین کی چالبازیوں کو منظر عام پر لانا تا کہ اُن کا دایاں دکھا کر بایاں مارنا روزِ روشن کی طرح عیاں و آشکارا ہو جائے اور اُن کے ناپاک عزائم بے مراد ہو جائیں اور ان کا خدا سے حبیب خدا کو بیگانہ متعارف کروانے کا تصور غیر متصور ہو جائے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی حاکمیت ثابت ہو جائے۔ ظاہر ہے منافقین جن کا باطن اور ہو اور ظاہر اور ہو تو وہ لوگ کیا فیصلے کر پائیں گے؟ حاکمیت اور قضا کے لیے عدالت ہر حال میں شرط ہے اور منافقت تو عدالت کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ہی زیبِ مسندِ عدالت ہو تو حقوق العباد کا تحفظ ممکن ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیابتی حاکمیت کے عہدہ سے سرفراز فرمایا تا کہ جملہ عالم کو اُن کے حقوق میسر ہو سکیں اور ویسے بھی حاکمیت کی تقسیم جو آپ نے اس حدیث میں فرمائی کہ ''**کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته**'' ۔ ہر حاکم سے اس کی

---

(۱)— التفسیر للبغوی، ۲/ ۲۵۲

رعایا کے بارے سوال ہوگا یعنی حضور نبی اکرم ﷺ نے پوری دنیا کی تنظیم سازی کی اور یہ قانون جاری فرما دیا کہ ہر ملک، ہر علاقہ، ہر گھر اور ہر دو انسانوں کے ساتھ ایک تیسرا حاکم ہوگا اور اُسے حساب دینا ہوگا۔ یہ روایت بھی آپ کی کامل حاکمیت پر دال ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مریض یا شکی ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿أفي قلوبهم مرض ام ارتابو ام يخافون ان يحيف اللّٰه عليهم ورسوله بل اولئک هم الظالمون٥﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ”کیا ان کے دلوں میں بیماری یا شک ہے یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا بلکہ وہ ہی ظالم ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلوں اور حاکمیت میں شک کرنے والوں کو قلبی و ذہنی مریض و شکی اور ظالم قرار دیا جا رہا ہے اور ان کی عدالت وثقاہت کے ناقص ہونے پر مہر ثبت کی جا رہی ہے چونکہ ظلم عدل کی ضد ہے اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی صفت عدل کے مقابلے میں منافقین کو صفت ظلم سے متصف کیا جا رہا ہے لہٰذا جو کوئی بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی عدالت وثقاہت اور حاکمیت پر ذرا برابر بھی شک کرے گا وہ اپنی عدالت وثقاہت سے محروم قرار پائے گا۔

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ماقبل آیت میں بیان کر دیا گیا ہے۔

---

(۱)—النور: ۵۰

اللہ و رسول ﷺ کی ولایت

ولایت کا معنی ومفہوم

و،ل،ی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دوست،مددگار،معاون وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور نبی کریم ﷺ کی ولایت ومعیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم رٰکعون ٥ ومن یتول اللّٰہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللّٰہ ھم الغلبون ٥﴾ ۔(١)

ترجمہ: ''بے شک تمہارا دوست اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (بارگاہِ خدا میں) جھکنے والے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو دوست رکھے گا پس اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کو مژدۂ جانفزا سنایا ہے جنہوں نے کفار ویہود کے چھوڑ دینے کی وجہ سے اپنے آپ کو تنہا سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ اور مومنین کی معیت ومعاونت کا یقین دلایا اور ان کے تصورِ فرقت وخلوت کو تصورِ بیعت وصحبت میں بدل دیا اور اپنی اور اپنے محبوب کی معاونت کا اعلان فرما کر تسلی وتسکین قلب عطا فرمادی۔

شانِ نزول ومقصدیت

قال جابر بن عبداللّٰہ: جاء عبداللّٰہ بن سلام الی النبی ﷺ فقال یارسول اللّٰہ ان قومنا قریظۃ والنضیر قد ھجرونا وفارقونا واقسموا ان یجالسونا فنزلت ھذہ الآیۃ فقرء ھا علیہ رسول اللّٰہ ﷺ

---

(١)—المائدہ:٥٥۔٥٦

فقال: یارسول اللہ ﷺ! رضینا باللّٰہ وبرسولہ وبالمومنین اولیاء۔(۱)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ: عبداللہ بن سلام بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ! بے شک ہماری قوم قریظہ اور نضیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور الگ ہوگئے اور قسمیں کھالیں کہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھیں گے پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاوت اُن کے سامنے فرمائی تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہم اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے مددگار ہونے پر راضی ہوگئے۔''

بعض کے مطابق یہ آیتِ مبارکہ حضرت عبادہ بن صامت اور بعض کے مطابق حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کو کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں اپنے آپ کو تنہا نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ توحید کے اثرات میں سے پہلا اثر جو ایک مومن پر پڑتا ہے وہ شجاعت و بہادری ہے اور مایوسی کا خاتمہ ہے لہٰذا صاحبِ ایمان کو ہر وقت اللہ کی معیت پر فخر ہونا چاہیے۔

ایک بہت بڑی بیماری جو بعض مسلمانوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم یہود و نصاریٰ سے دور ہوگئے یا اُن سے معاہدے ختم کرلیے تو ہماری معیشت تباہ ہوجائے گی۔ یہ ایک انتہائی غلط خیال ہے۔ یہی ہماری پارلیمنٹ کے بعض ایم۔این۔اے (MNA)، ایم۔پی۔اے (MPA) اور وزراء (Ministers) کو بھی لگی ہوئی ہے اور بعض فوجی افسران، مذہبی جماعتوں کے راہنما اور عوام الناس کے نمائندگان کو بھی اور بعض پڑھے لکھے جاہلوں کو بھی جو پیسے کی خاطر اپنا ایمان اور ملک کی سلامتی کا سودا کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا بوجھ اپنے سر لے رہا ہوں یا وہ ملک جس

---

(۱)— البغوی، ۷۲/۳

نے مجھے جنم دیا، جس میں میری پرورش ہوئی مجھے اپنے اوپر رہنے کے لیے ٹھکانہ دیا میں اسی وطنِ عزیز کے ساتھ غداری کر رہا ہوں؟

کاش! ابھی بھی لوگ یہ بات سمجھ جائیں اور اس خدا داد اسلامی ریاست کی حفاظت کر کے سچا اور مخلص مسلمان ہونے کا ثبوت دیں۔

جب تک صاحبِ ایمان اپنا جذبۂ ایمانی سلامت رکھتے ہوئے حقیقتاً بارگاہِ الٰہی میں سربسجود نہ ہو اس کو وہ لطافت وسکونت کبھی حاصل نہیں ہوسکتی اور اسلام سے دوری اور دنیاوی عیاشیاں یہ عندیہ دے رہی ہیں کہ تمہارا راستہ صراطِ مستقیم نہیں بلکہ خواہشاتِ دنیا ہے۔

یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جب کسی انسان کا تعلق کسی مال وزر والے یا بڑے عہدے والے کے ساتھ ہوگا تو وہ اپنے آپ کو صاحب مال اور صاحب حیثیت تصور کرے گا لیکن اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو حاکمیت اعلیٰ اور اعلیٰ اقتدار کا مالک خدا تعالیٰ ہے جس نے کائنات بنائی اور پھر نظامِ کائنات کو چلایا وہی مالک وخالق اور حقیقی مختارِ کل ہے تو جس کا تعلق اس ذات کے ساتھ ہو جاتا ہے تو اس کا مقام ومرتبہ ومنزلت وحیثیت ساری کائنات سے جداگانہ ہو جاتی ہے پھر وہ دیکھتا ہے تو خدا کے نور سے، چلتا ہے تو خدا کی طاقت سے۔ گویا کہ اس کو ایسی معیتِ خداوندی مل جاتی ہے کہ روئے زمین پر وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ دنیا وآخرت کا وارث بن جاتا ہے۔

پس یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین کی پشت پناہی کبھی بھی ایک مومن کے لیے فائدہ مند نہیں ہوسکتی کیونکہ کافر کبھی بھی مومن کا سچا اور حقیقی دوست نہیں ہوسکتا اور اگر آج دوست ہے تو کل نہیں، کل ہے تو پرسوں نہیں۔

یہ عزت وغلبہ اپنی قوم ہی سے ملتا ہے اور ان سے ترکِ تعلق اور کفار سے دوستی ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت

خالق ارض وسماء نے کائنات کو بنایا، شمس وقمر، شجر وحجر، بحر وبر، جن وبشر سب اس کی تخلیق کا مظہر ہیں۔ پھر نظام کائنات کی اصلاح ودرستی کے لیے ملائکہ ورسل کو ذمہ داریاں سونپ دیں، کائنات کے انتظامی وانصرامی اُمور کے لیے ملائکہ اور اصلاحی اُمور کے لیے انبیاء ورسل علیہم السلام کا انتخاب فرمایا۔ یہاں تک کہ افضل وخاتم الانبیاء، امام الرسل، اصلِ کائنات، جانِ کائنات، شانِ کائنات، محسنِ کائنات، ہادی ورہبرِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو راہِ ہدایت کا راہی بنانے کے لیے مبعوث فرمایا اور آپ کی ذاتِ طیبہ کو صفاتِ جمیلہ وخصائل حمیدہ کے ساتھ منتہائے کمال تک پہنچایا جو ہر عیب ونقص سے مبرا وپاک ہے اور پھر اس کو امت کے لیے نمونۂ عمل بنادیا گیا اور لبادۂ کاملیت واکملیت، جامعیت وتمامیت، عالمگیریت وہمہ گیریت اوڑھا کر حیاتِ طیبہ مبارکہ کا ایک ایک گوشہ، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ محفوظ کرکے زیبِ قرطاس کردیا تاکہ (پنجابی مقولہ ہے: ''ہر بھکھا پھل کھاوے'') ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے انسان آپ کی سیرتِ طیبہ پر عمل پیرا ہوں اور آپ کی اطاعت واتباع میں کامیاب وکامران ہوجائیں۔

اطاعت سے مراد

جملہ اصول وضوابط اور وہ امور جن کا صدور حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے ہوا ہو خواہ وہ وحی متلو (قرآن کریم) ہو یا وحی غیر متلو (سنت مبارکہ) ان سے ثابت شدہ احکامات وامور چاہے ایمانی ہوں یا اعتقادی، معاملاتی ہوں یا عباداتی، قصاصی ہوں یا جنائی، قانونی ہوں یا عدالتی و پنچایتی، دینی ہوں یا اخروی، انفرادی ہوں یا اجتماعی، خارجی ہوں یا داخلی، جنگی ہوں یا دفاعی، اصلاحی ہوں یا جدالی وقتالی، فلاحی ہوں یا ریاستی وحکومتی، مسلم حقوق ہوں یا ذمی، معاشرتی وسماجی ہوں یا معاشی و عمرانی، اقتصادی وتجارتی ہوں یا مالی وبدنی، مادی ہوں یا روحانی، تعلیمی ہوں یا تبلیغی تمام امور میں حضور ﷺ کی پیغمبرانہ اور حاکمانہ حیثیت کی اتباع کا نام اطاعت ہے جن

لوگوں کا خیال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حیثیت مبارکہ حاکمانہ تھی نہ کہ پیغمبرانہ جس طرح کہ بعض مستشرقین اور منکرین حدیث کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا صرف اتنا کام تھا کہ آپ اس امت تک خدا کی طرف سے قرآن کریم پہنچاتے، اس کے علاوہ جو آپ نے حکومت کی ہے وہ حاکمانہ حیثیت سے تھی نہ کہ پیغمبرانہ یہ ھبا منثورا اور زعم باطل کے سوا اور کچھ بھی نہیں کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کا مقصد دنیاوی حکمرانی نہیں تھا بلکہ بحیثیت پیغمبر، قرآن کریم کی جامعیت کی تکمیل، اجمال کی تفصیل، اشکال کی توضیح، اطلاق کی تقیید، عموم کی تخصیص، احکام خداوندی کی تنفیذ، حرام کی تحلیل اور حلال کی تحریم اور ایسے امور جن کا تعلق وحی خداوندی (غیر متلو) سے ہے ان کی ترسیل بھی مقصد بعثت تھا ظاہر ہے نیابتِ حاکمیت، حقیقی حاکمیت کی تفصیل وتشریح اور یہ حقیقت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہے کہ جب تک تفصیل وتشریح کا سہارا نہ لیا جائے تو مجمل اپنے دائرہ اجمال کا حصہ بن کر رہ جاتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ تفصیل وتشریح متن کا حسن ہوتی ہے لہذا یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ نیابتِ حاکمیت حقیقی حاکمیت کا حسن ہے گویا کہ حضو ﷺ کی ذاتِ گرامی انوار ومعاملات الٰہی کا مظہر اتم ہیں اور جس طرح مجمل کے لئے مفصل اور مشکل کے لئے مؤضح کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی رموز واسرار الٰہی کی تفہیم کے لئے ایسی ذات مبارک کی ضرورت ہے جو خود ترجمان باری تعالی ہو۔

مثال کے طور پر قرآن کریم کی ہر آیت کے نزول کے وقت نبی کریم ﷺ نے کاتبین وحی اور باقی صحابہ سے فرمایا کہ یہ قرآنی آیات ہیں تو آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "یہ قرآنی آیات" ہیں یہ حدیثِ نبوی ہوئی اور جو منزل من اللہ ہے وہ قرآن مجید۔ لہذا قرآن کریم کی پہچان کے لئے آپ ﷺ کی حدیث کی احتیاج اور ضرورت ہر حال میں ہے اور حدیث نبوی ﷺ کے بغیر قرآن کریم اپنی نزولی وقانونی حیثیت کھو بیٹھے گا پس اس کے سوا چارہ نہیں کہ آپ ﷺ کے فرامین اور سیرت طیبہ کو حجت مانا جائے پس قرآن کریم کے ساتھ آپ کی سنت مبارکہ کی اطاعت ہر حال میں لازم و ضروری ٹھہری اور آپ کی پیغمبرانہ اور حاکمانہ حیثیت کی اطاعت واتباع بھی لازم قرار

پائی۔

اس کے علاوہ بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم کی نزولی حالت محتاج بیانِ نبوی ﷺ ہے ایسے ہی اس کی تشریح وتوضیح بھی ہے جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ جو بنیادی ارکان اسلام ہیں ان کی فرضیت تو قرآن کریم سے ثابت ہے مگر نماز کی تعداد اور رکعات کی تعداد اور روزہ کے مختلف مسائل ، حج کا زندگی میں ایک بار فرض ہونا اور زکوۃ کا نصاب قرآن کریم میں بیان نہیں کیا گیا جو آپ ﷺ کا بیان کردہ ہے پس معلوم ہوگیا کہ کوئی اسلامی قانون اپنی تکمیل کے لئے حضور ﷺ کا محتاج ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی تمام تر عطائیں تحفہ خداوندی ہیں۔

رہی ان لوگوں کی بات جو معترضین یا منکرین ہیں ان کے ساتھ اس سلوک کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی اس دنیا میں اپنی کوئی ایسی حیثیت نہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جو حضور ﷺ کے مناصب کا قائل نہیں وہ کبھی بھی قرآنی احکامات کو تسلیم نہیں کرتا ہوگا یہ سب دشمنانِ اسلام کی سازشیں اور پروپیگنڈے ہیں ورنہ قرآن پاک کی حجیت کے جھوٹے دعوے کرنے والے منکرین کبھی بھی حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور اتباع سے منحرف اور روگرداں نہ ہوتے یہاں چونکہ اس کی تفصیل ہمارا مقصد نہیں اس لئے اس کو انتہائی اختصار سے بیان کیا۔

قرآن کریم کی روشنی میں اطاعت واتباع رسول ﷺ کا حکم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ ومن تولی فما ارسلناک علیھم حفیظاo﴾۔(۱)

ترجمہ: ''جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو آپ اُن پر نگہبان ومحافظ نہیں ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے

شانِ نزول ومنافقین کا ردِّ بلیغ

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب منافقین اپنی تنگ نظری، کج روی، بے ایمانی، ہٹ دھرمی اور عداوت کا ثبوت دے رہے تھے۔

حضور نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن احبنی فقد احب اللّٰہ۔(۲)

ترجمہ: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔''

یہ سن کر منافقین بولے: ارے یہ شخص تو چاہتا ہے کہ ہم اسے رب مان لیں جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنالیا تھا پس منافقین کے جھوٹے کلام کا رد کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کا نزول فرمایا کہ:''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے زعمِ باطل کا ردّ

---

(۱)—النساء:۸۰

(۲)—معالم التنزیل للبغوی،۳۵۲/۲

فرماتے ہوئے توحید و رسالت اور قربتِ مصطفیٰ کریم ﷺ اور رفعت و عظمتِ جانِ کائنات ﷺ کو بھی بیان فرما دیا۔

امام طبری کا قول

امام طبری فرماتے ہیں:

وهذا اعذار من الله الى خلقه فى نبيه محمد ﷺ يقول الله تعالیٰ ذكره لهم من يطع منكم، ايها الناس محمداً فقد اطاعنى بطاعته اياه فاسمعوا قوله واطيعوا امره فانه مهما يامركم به من شيء فمن امرى يامرك ومانهاكم عنه من شيء فمن نهي فلا يقولن احدكم: انما محمد بشر مثلنا يريد ان يتفضل علينا."(۱)

ترجمہ: ''اور یہ اللہ کا اپنے نبی ﷺ کی ذات کے بارے میں اپنی مخلوق کی طرف پیغام ہے اللہ تعالیٰ محبوب ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے منافقین سے فرماتے ہیں: اے لوگو! تم میں سے جو محمد ﷺ کی اطاعت کرے گا پس اس نے محبوب ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے میری اطاعت کی ۔پس تم ان کا فرمان سن کر پیروی کرو وہ جو بھی تم کو حکم دیں وہ میرا ہی حکم ہے وہ جس سے تم کو منع کریں وہ میری طرف سے ممانعت ہے پس تم میں سے کوئی یہ نہ کہنے کی جسارت کرے محمد ﷺ ہماری طرح کے بشر ہیں اور وہ ہم سے فضیلت لینا چاہتے ہیں۔''

امام قشیری کا قول

امام قشیری فرماتے ہیں:

هذه الآية تشير الى جمع حال الرسول ﷺ فقال سبحنه طاعته طاعتنا، فمن تقرب منه تقرب منا، مقبوله مقبولنا ومردوده مردودنا .(۲)

---

(۱)—جامع البيان للطبری،۸/۵٦١

(۲)—تفسير للقشيری،۲/۸

ترجمہ: ''یہ آیت رسول ﷺ کی اللہ کے ساتھ حالت کو جمع کرنے کی طرف اشارہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ محبوب کی اطاعت ہماری اطاعت ہے جو محبوب کے قریب ہے وہ ہمارے قریب ہے محبوب کا مقبول ہمارا مقبول اور اس کا مردود ہمارا مردود ہے۔''

اقوالِ علماء و مفسرین سے معلوم ہوا کہ یہ آیت کریمہ منافقین کے ارادوں کو ناکام کرنے اور مومنین کے عقیدۂ رسالت میں پختگی اور محبت رسول ﷺ کی قلبِ مومن میں جلوہ گری کے لیے نازل ہوئی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں عیوب و نقائص نکالنا منافقین کی چال ہے۔رفعت و عصمتِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر قرآن شاہد ہے۔ آپ ﷺ کو ہر معاملہ میں اپنی طرح کا بشر کہنا غلط اور خلافِ شرع ہے۔آپ ﷺ کی صفات اور احوال اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکٹھے ذکر کیے گئے ہیں۔

جو محبوب ﷺ کا ہے وہ خدا کا ہے اور جو ان کا نہیں وہ خدا کا نہیں بخدا نہیں۔

دوسری آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولئک رفیقاo﴾۔(۱)

ترجمہ: ''اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا پس وہی لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور کتنی اچھی ہے ان کی رفاقت۔''

---

(۱)—النسآء:۶۹

اس آیت کریمہ میں مطیعین کو انعامات کی بشارت سنائی گئی ہے۔

مقصدیت وشان نزول

امام بغوی فرماتے ہیں:

نزلت في ثوبان مولىٰ رسول الله ﷺ وكان شديد الحب لرسول الله ﷺ قليل الصبر عنه فاتاه ذات يوم قد تغير يعرف الحزن في وجهه فقال به رسول الله ﷺ ما غير لونك؟ فقال يارسول الله ﷺ مالي مرض ولا وجع غير اني اذ لم اراك استوحشت وحشة شديدة حتى القاك ثم ذكرت الاخرة فاخاف الا اراك لانك ترفع مع النبيين واني ان دخلت الجنة كنت في منزلة ادنى من منزلتك وان لم ادخل الجنة لا اراك ابدا. فنزلت هذه الأية.(۱)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وہ آپ ﷺ سے انتہا درجے کی محبت کرتے تھے اور برداشت نہیں ہوتا تھا پس ایک دن بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، رنگ بدلا ہوا تھا، چہرے پر پریشانی کے آثار تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ! نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ تکلیف ہاں جب آپ نظر نہیں آتے تو ایسی وحشت طاری ہوتی ہے کہ جب تک آپ کا دیدار وملاقات نہ ہو جائے تو سکون میسر نہیں ہوتا پھر مجھے آخرت کا خیال آیا تو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ میں تو آخرت میں آپ کو دیکھ نہ پاؤں گا کیونکہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہو گیا تو آپ کی منزل سے بہت نیچے ہوں گا اور اگر جنت میں داخل نہ ہوا تو کبھی نہ دیکھ پاؤں گا پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔"

---

(۱)—معالم التنزيل للبغوى، ۲۴۷/۳ — البحر المحيط لابى حيان، ۱۰۱۴/۴

لباب التاويل للخازن، ۱۲۸/۲ — النيسابورى، ۲۳/۳

امام قتادہ کا قول

امام قتادہ فرماتے ہیں:

قال بعض اصحاب النبی ﷺ کیف یکون الحال فی الجنة وانت فی الدرجات العلی ونحن اسفل منک؟ فکیف نراک فانزل اللّٰہ تعالیٰ ھذہ الاٰیة.(۱)

ترجمہ: "بعض صحابہ نے کہا کہ جنت میں ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس حال میں کہ آپ ﷺ جنت کے بلند درجات میں اور ہم آپ سے نیچے والی جگہ پر ہوں گے تو آپ کے دیدار سے کیسے مشرف ہوں گے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔"

معلوم ہوا کہ اطاعتِ خدا اطاعت رسول ﷺ ہے۔

اب ہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف ان آیات کا ذکر کردیتے ہیں جن میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ **﴿واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلغ المبینo﴾۔(۲)**

ترجمہ: "اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم پھرے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔"

۲۔ **﴿یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ والرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلاo﴾۔(۳)**

---

(۱)—معالم التنزیل،۲۴۷/۲

(۲)—المائدہ:۹۲

(۳)—النساء:۵۹

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو اور پھر اگر کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور آخرت کے دن پر۔ یہ بہت بہتر اور اچھی تاویل ہے۔“

۳۔ ﴿فاقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا اللّٰہ ورسولہ واللّٰہ خبیر بما تعملونo﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ”پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور تمہارے اعمال کی اللہ کو خبر ہے۔“

۴۔ ﴿یایھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ والرسول ولا تبطلوا اعمالکمo﴾ ۔(۲)

ترجمہ: ”اے صاحبان ایمان! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔“

۵۔ ﴿فاتقوا اللّٰہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ان کنتم مومنینo﴾ ۔(۳)

ترجمہ: ”پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم صاحب ایمان ہو تو اللہ ورسول کی اطاعت کرو۔“

۶۔ ﴿یایھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولاتولوا وانتم تسمعونo﴾ ۔(۴)

ترجمہ: ”اے مومنین! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاؤ اور سن کر بھی اُن

---

(۱)—المجادلہ:۱۳
(۲)—محمد:۳۳
(۳)—الانفال:۱
(۴)—الانفال:۲۰

سے منہ نہ پھیرو۔"

۷۔ ﴿قل اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیھم ما حملتم وان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلغ المبینo﴾۔ (۱)

ترجمہ: "فرمادیں کہ اللہ ورسول کی اطاعت کرو پس اگر تم نے روگردانی کی تو بے شک اس پر وہی ہے جو ڈالا گیا اور تم پر بھی وہی بوجھ ہے جو ڈالا گیا اور تم اس کی اطاعت کروتو ہدایت ملے گی اور رسول کے ذمہ تو صرف کھلم کھلا تبلیغ کرنا ہے۔"

مذکورہ بالا آیات طیبات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت کا ذکر کیا اور بہت سے مقامات پر جہاں اپنا ذکر فرمایا وہاں نبی محتشم ﷺ کا نام ذکر کیا۔

آج کا المیہ

لیکن آج کے اس دور میں بعض مقامات پر یہ شوروغوغا سننے کو ملا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اظہارِ محبت اور ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ پر غلو اور شرک کا داغ لگا کر شانِ رسالت کو کم کرنے اور یہود ونصاریٰ اور منافقین کی مساعی ناتمام کو پروان چڑھانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے حالانکہ وہ لوگ یہ بھول گئے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی رفعت وعظمت کا ڈنکا اس عالمِ آب وگل میں کیوں بج رہا ہے اور ابوجہل وابولہب ذلیل ورسوا کیوں ہیں؟

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد (۲)

---

(۱) —النور:٥٤

(۲) —المثل السائر لابی الفتح الموصلی،۳۰۷/۳

ترجمہ: ''میں نے اپنے کلام (مقالہ) سے حضور ﷺ کی تعریف نہیں بلکہ حضور ﷺ کے ذکر سے اپنے کلام کی تعریف کی ہے۔''

خیال رہے کہ عظمت ورفعتِ مصطفیٰ ﷺ کے گیت گانے والے اچھے طریقے سے جانتے ہیں کہ توحید ورسالت میں کیا فرق ہے؟ اگر ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ ﷺ میں کوئی حرج لازم آتا تو اطاعت کی اکثر آیات میں ذکرِ خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ ﷺ کیوں آتا؟؟؟

ہاں یہ بات کسی سے پنہاں نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق اور نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مخلوق ہیں اور مخلوق میں وہی صفت وعطا پائی جاسکتی ہے جو عطائے خداوندی ہو کیونکہ مخلوقِ کل عالم محتاجِ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ

خاصانِ خدا، خدا نہ باشد
ولے از خدا، جدا نہ باشد

ترجمہ: ''خدا کے خاص بندے خدا تو نہیں ہوتے مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس خدا ہرگز نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں۔ تعلق وقربت کا مقام قاب قوسین اور رایت ربی فی احسن صورۃ سے بھی آگے ہے جس کا فہم عقل انسانی کی گرفت میں نہیں کیونکہ ان تمام احوال ومعاملات کے فہم سے عقل انسانی قاصر ہے لہٰذا اگر یہ معاملات کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو وہ حیران وششدر ہونے کی بجائے احساس کم ظرفی کا خیال ضرور کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو عطا کیے گئے معجزات وبینات ہوتے ہی وہ ہیں جو عقلِ انسانی اور حیوانِ ناطق کے ادراک سے ماورا ہیں۔

اطاعت خدا ورسول اور دنیوی واخروی کامیابی

اس تصور اور کامیابی وکامرانی کے راز کو افشاء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿واطیعوا اللّٰہ والرسول لعلکم ترحمونo﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ’’اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں دنیوی واخروی رحمت مراد ہے جس سے معلوم ہوا کہ اطاعتِ خدا ورسول رحمت کا ذریعہ ہے ۔

اطاعتِ خدا ورسول اور اُخروی کامیابی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ومن یطع اللّٰہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا وذلک الفوز العظیمo﴾ ۔(۲)

ترجمہ: ’’اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ ایسی جنتوں میں داخل ہوگا جس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اُخروی کامیابی کا ذکر ہے اور خیال رہے کہ دنیاوی زندگی میں کامیابی وکامرانی ہی اُخروی زندگی میں کامیابی کا سبب ہے ۔

اطاعت گزاری کے انعامات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱)—آل عمران:۱۳۲

(۲)—النسآء:۱۳

﴿ومن يطع اللّٰه والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰه علیهم من النبیّن والشهدآء والصالحین٥﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''جواللہ ورسول کی اطاعت کرے گاپس وہ اُن کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیایعنی نبی ،صدیق ،شہداوصالحین۔''

اس میں اطاعت گزاری کے لیے عظیم انعامات کا ذکر ہے۔

دوسرے مقام پرارشادفرمایا:

﴿ومن یطع اللّٰه ورسوله فقد فاز فوزا عظیما٥﴾ ۔(۲)

ترجمہ: ''اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی پس اس کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے۔''

پھرفرمایا:

﴿ومن یطع اللّٰه ورسوله ویخش اللّٰه ویتقه فاؤلٰئک هم الفائزون٥﴾ ۔(۳)

ترجمہ: ''اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی اوراللہ سے ڈرا،تقویٰ اختیار کیا پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔''

پھرفرمایا:

﴿ویطیعون اللّٰه ورسوله اولٰئک سیرحمهم اللّٰه ان اللّٰه عزیز حکیم٥﴾ ۔(۴)

ترجمہ: ''اور وہ (ایمان والے) اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہی ہیں

---

(۱)—النساء:٦٩

(۲)—الاحزاب:٧١

(۳)—النور:٥٢

(٤)—التوبة:٧١

جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔"

ان آیات سے پتہ چلا کہ اطاعتِ خدا اور رسول ﷺ میں ہی دنیوی واخروی زندگی کی کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔

تقاضائے اطاعت

حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہمارا قول وفعل، سیرت وکردار، چال ڈھال اور باقی تمام دینی ودنیاوی، معاشرتی وسماجی، معاشی وعمرانی، ثقافتی واقتصادی، تعلیمی وروحانی معاملات رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ہوں۔

احکامِ شریعت کی پابندی، قوانینِ اسلام کی پاسداری، حقوق اللہ وحقوق العباد کی ذمہ داری غرضیکہ حیاتِ تمام حیات مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہو۔ کیونکہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اس لائق وقابل ہے کہ ان کی اطاعت واتباع کی جائے کیونکہ اس عالمِ آب وگل میں ایسی کوئی شخصیت نہیں جس کی حیاتِ طیبہ جامع وکامل ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر محفوظ ہو۔

غیر مسلم بھی سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ کرکے سرِ خم تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق مائیکل ہارٹ لکھتا ہے:

He was the only history of man who was supremely succesful in both the religius and seculer level.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پوری دنیا کی تاریخ میں واحد شخص ہیں جنہوں نے دونوں مذہبی اور دنیاوی معاملات میں مکمل کامیابی حاصل کی۔

دنیا کے تمام مذاہب وادیان کے بانیان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ، ایک ایک پل محفوظ نہ کیا جاسکا اور نہ ہی ان کی تعلیمات میں اتنی ہمہ گیریت تھی کہ وہ

راہبر ورا ہنما کی حیثیت سے تاجدارِ کائنات کہلوانے کے حقدار ہوں چاہے وہ گوتم بدھ ہو یا زرتشت، کنفیوشس ہو یا تھنکرز ہوں۔ جو ہمہ گیریت وعالمگیریت اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور میں قطعاً نہیں ہوسکتی۔

اللہ اور رسول ﷺ کا بلانا

اللہ تعالیٰ نے نبی محتشم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللّٰہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون o﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب تم کو اللہ اور رسول کسی کام کے لیے بلائیں جس سے تم کو زندگی ملتی ہے تو تم حاضر ہو جاؤ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور بے شک اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر رسول اللہ ﷺ کی فوراً اطاعت واجب کردی ہے چاہے کوئی حالتِ نماز میں ہو یا کسی اور امر میں مشغول ہو، کسی وظیفہ میں ہو یا امورِ دنیا میں۔ ہر حال میں جب بھی رسول اللہ ﷺ بلائیں تو آپ کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ نماز ووظائف حق اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق تشریعی حق النبی ﷺ کے تابع کردیے ہیں۔

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آج کے دور میں جب بھی ضرورت پڑے، چاہے وہ رسول ﷺ کی مبارک ذات کے لیے ہو یا آپ کی اتباع کی خاطر۔ مومنین کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور کو ترک کر کے پہلے رسول اللہ ﷺ کی ذات کی خاطر یا آپ کی اتباع کی خاطر اپنی جان ومال اور اہل وعیال کی قربانی دے پھر باقی معاملات کی طرف توجہ کرے۔

---

(۱)—الانفال:۲۴

شانِ نزول ومقصدیت

ان النبی ﷺ مر علی ابی بن کعب رضی اللّٰہ عنہ وھو یصلی فدعاہ فعجل ابی فی صلاتہ ثم جآء فقال رسول اللّٰہ ﷺ: ما منعک ان تجیبنی اذ دعوتک؟ قال: کنت فی الصلوٰۃ قال: الیس یقول اللّٰہ عزوجل: یاایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول...... الآیۃ فقال لا جرم یا رسول اللّٰہ ﷺ لا تدعونی الا اجبت وان کنت مصلیاً.(۱)

ترجمہ: ''بے شک نبی کریم ﷺ ابی بن کعب کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے پس آپ ﷺ نے اُن کو بلایا تو انہوں نے جلدی نماز ادا کرکے بارگاہِ مصطفوی میں حاضری دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا میرے بلانے کا جواب دینے سے تو عرض کی میں نماز میں تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بلانے پر فوری جواب دیتے ہوئے حاضر ہو جاؤ تو حضرت ابی بن کعب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً اب جب بھی آپ مجھے حکم فرمائیں گے تو میں حالت نماز میں بھی جواب دوں گا۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید بن المعلی رضی اللّٰہ عنہ قال کنت اصلی فمر بی النبی ﷺ فدعانی فلم آتہ حتی صلیت ثم اتیتہ فقال: ما منعک ان تاتینی؟ الم یقل اللّٰہ ﴿یاایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم﴾.(۲)

ترجمہ: ''حضرت ابو سعید بن المعلی سے مروی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم

---

(۱)—معالم التنزیل للبغوی،۲/۲٤٤

(۲)—تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر،۲/۳۹۳

ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا تو میں نہ آیا یہاں تک کہ نماز مکمل کر کے آیا تو آپ نے فرمایا کس چیز نے تم کو میرے پاس آنے سے روکا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ﴿یاایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم﴾۔

مقصد نزول آیات یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کو لازم پکڑا جائے کیونکہ آپ ﷺ کی اطاعت واتباع ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت واتباع ہے اور آپ ﷺ کے حقوق اللہ کے حقوق ہیں۔ آپ ﷺ کا کوئی فعل مبارک اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہیں کیونکہ آپ کا کوئی قول یا فعل اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس کی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو غسیل ملائکہ کہا جاتا ہے ان کی شادی کو ایک پوری رات بھی نہیں گزری کہ حکم جہاد آگیا اور نبی کریم ﷺ نے سب کو جہاد کی طرف مدعو کیا تو حضرت حنظلہ کی اتباع کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی زوجہ سے جماع کے بعد غسل بھی نہیں کیا اور چل پڑے اور عالم کفر سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ باقی اجسادِ شہداء کے ساتھ آپ کا جسدِ اقدس بھی تھا مگر فرق یہ تھا کہ آپ کے جسدِ اقدس پر پانی کے قطرے تھے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ پانی کیسا؟ تو آقائے کونین ﷺ نے فرمایا کہ حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

اللہ اللہ! حضور ﷺ کی اتباع کا یہ ثمر ہے کہ جسدِ نوری جسدِ خاکی کو غسل دے رہے ہیں۔

یہ بھی مقصد ہے کہ دینِ مصطفوی ﷺ کے لیے جب بھی کسی کو بلایا جائے یا ایسی ضرورت پیش آجائے کہ نوجوانانِ امت یا علماء وصلحائے امت یا عالم اسلام کے مسلمان باشندوں کو دینِ اسلام کی خدمت کے لیے کسی بھی میدان میں کودنا پڑ جائے تو ان کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنی حاضری اور شرکت کو حتی الوسع یقینی بنائیں اور خدا اور رسول کے لیے جان کا نذرانہ پیش کر کے بروزِ قیامت سرخرو ہو جائیں۔

اللہ اور رسول ﷺ کا حرام کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید و ھم صاغرون﴾۔(۱)

ترجمہ: تم ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے اور نہ ہی دین حق کو اپناتے ہیں یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو کر خود جزیہ دیں۔

یہ آیت کریمہ بنو قریظہ اور نضیر جو کہ یہودی تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی جن سے اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا کیوں کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے تھے، اس آیت کے نزول کے بعد غزوہ تبوک پیش آیا۔

شانِ نزول

امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ:

امام مجاہد فرماتے ہیں:

نزلت ھذہ حین امر رسول اللہ ﷺ و اصحابہ بغزوۃ تبوک۔(۲)

ترجمہ: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو غزوہ تبوک کا حکم دیا گیا۔

مقصدیت

یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے شارع و مقنن ہونے پر دلیل ہے اس

---

(۱)— التوبۃ: ۲۹

(۲) الدر المنثور ۵/۴۸

میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کا ہر حکم اور فعل منشاء و حکم الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے بہت زیادہ حلت وحرمت کے احکامات نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے نازل فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طرف سے حلت وحرمت منزل من اللہ ہے خواہ وحی جلی کے ذریعے سے ہو یا وحی خفی کے ذریعے سے لہذا آپ کا شارع و مقنن ہونا نہ صرف ثابت ، بلکہ روشن و باہر ہے کچھ ایسی اطلاعات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی امورِ تشریعیہ میں حاکمیت کو بعض لوگ ماننے سے انکار کرتے ہیں ایسا نظریہ رکھنے والے لوگ چند امراض میں مبتلا ہو سکتے ہیں:

☆۔مذہبی تعصب

یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب کوئی عقیدہ اپنی ناقصیت کی وجہ سے لوگوں کے قلوب واذہان کو مرعوب ومرغوب نہ کر سکے تو اسکے ماننے والے ایسے قبیح افعال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور مذہبی تعصب کی آڑ میں مختلف مذاہب پر کیچڑ اچھالنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں۔

☆۔ذہنی آوارگی

یہ صورت ایک پریشان کن صورت ہوتی ہے اس شخص کے لئے جو اپنی تعلیمات کی بجائے غیر مذاہب کی تعلیمات پر زیادہ زور دیتے ہیں اور پھر اپنی تعلیمات پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے ناقص العقیدہ ہو جاتے ہیں جن کا اثر ان کے عقائد و تعلیمات اور معاشرے پر پڑتا ہے۔

☆خواہشاتِ نفس کی پیروی

جو اسلام کی تعلیمات کو ترک کر کے خواہشات نفس کی پیروی میں مصروف رہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے پیغام سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

☆۔آرام پرست لوگ

جو لوگ تعلیمات اسلام پر عمل کرنا اپنے لئے مشکل ترین سمجھتے ہیں ایسے

لوگ سکون پرستی کو ہمیشہ اہمیت دیتے ہیں اور آرام پرستی کی وجہ سے فرائض و واجبات پر عمل میں سستی کو تسلیم کرنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حاکیت کا انکار کرنے لگتے ہیں۔
ایسے لوگوں کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت الکتاب و مثله معه ،الا یوشک رجل شعبان علی اریکته یقول علیکم بهذا القران فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه الا لا یحل لکم لحم الحمار الاهلی ولا کل ذی ناب من السبع .... الحدیث .(۱)

ترجمہ: خبردار مجھے کتاب اور اس کی طرح کی ایک اور چیز عطا کی گئی ہے محتاط رہنا عنقریب ایک شکم سیر آدمی ٹیک لگا کر لوگوں سے کہے گا تم صرف قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال وہ تمارے لئے حلال جو اس میں حرام بس وہ ہی تمھارے لئے حرام ہے خبردار لوگو: (میں تم کو ایسی چیز بتا تا ہوں جس کی ممانعت قرآن میں نہیں میری سنت میں ہے) تمھارے لئے گھریلو گدھے اور کچلی والے جانور کا گوشت حرام ہے۔

ایسے لوگوں کی معاشرے میں کسی بھی اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں نہ ان کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے نہ فعل کو، یہ لوگ معاشرتی طور پر بالکل الگ تھلگ اور معاشرے کے افراد سے منقطع رہتے ہیں کیونکہ معاشرہ ایسے لوگوں کو قبول کرنے سے معذرت کرتا ہے،تو جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں وہ کس حیثیت سے صاحب حیثیت کی اہمیت کو رد کرسکتا ہے۔

ذیل میں ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس امور انتظامی کے ساتھ،ساتھ امور تشریعی کا بھی اختیار تھا۔
اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

واحل الله البیع وحرم الربا ... الأیة .(۲)

---

(۱)—سنن ابی داؤد ص ۶۵۱
(۲)—البقرۃ:۲۷۵

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔
اس آیت کریمہ میں مطلقاً بیع کا ذکر ہے یہ مذکور نہیں کہ بیع کی کون سی قسم حلال ہے۔ حالانکہ کچھ بیوع ممنوع ہیں اور کچھ مباح ہیں اگر صرف عبارۃ النص کو دیکھا جائے تو تمام بیوع کا حلال ہونا لازم آتا ہے مگر ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ:

بیع منابذۃ، ملامسۃ، غرر، الحصاۃ، الکالی بالکالی، حبل الحبلۃ، نجش، حرام چیزوں کی بیع، تلقی جلب، السوم علی السوم وغیرہ سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر حضور ﷺ ان بیوع سے منع نہ فرماتے تو تمام کا تمام تجارتی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہر دوسرا شخص لوگوں کے حقوق کو جائز سمجھ کر کھاتا آج جو دنیا میں کامیاب ترین نظامِ تجارت چل رہا ہے وہ انہی بیوع کے مرہون منت ہے۔

پس نبی کریم ﷺ نے مجمل کی تفصیل فرما کر نظامِ کائنات اور اس کے مکینوں پر احسان عظیم فرمایا۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

حرمت علیکم المیتۃ والدم و لحم الخنزیر ..... الأیۃ.(۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مردہ حرام ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے
مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

احلت لنا میتتان و دمان ،فاما المیتتان فالحوت والجراد، واما الدمان ،فالکبد و الطحال.(۲)

ترجمہ: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے گئے ہیں پس دو مردار، مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون، کلیجی اور جگر ہیں۔

اس روایت میں سے دو مردار اور دو خون کی تخصیص کر لی گئی ہے اور اس کا بیان قرآن

---

(۱)— المائدۃ:۳

(۲)— سنن ابن ماجہ ص ۶۰۶

کریم میں نہیں بلکہ فرمان رسول ﷺ سے معلوم ہوا ہے جس سے آپ ﷺ کی امورِ تشریعیہ میں حاکمیت کا اختیار روز روشن کی طرح واضح ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو تشریعی اختیار عطا فرمائے ہیں تا کہ آپ ﷺ مجمل کی تفصیل یا عام کی تخصیص فرمائیں اور یہ اختیار رسول اللہ ﷺ نے استعمال بھی فرمائے ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ اپنے پاس سے تو نہیں فرمائیں گے کیوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالی کے خلیفہ ہیں اور اللہ تعالی کے احکام کے نفاذ کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں اور وحی آپ ﷺ کی طرف پیغامِ باری تعالی کا ذریعہ ہے۔

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الا وان ما حرم رسول الله ﷺ مثل ما حرم الله .(۱)

ترجمہ: خبردار جو رسول اللہ ﷺ نے حرام کیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالی نے حرام کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنے احکامات کی مختلف نوعیتیں رکھی ہیں کبھی تو اس کو قرآن کریم کی عبارت سے واضح فرما دیا اور کبھی زبانِ رسول ﷺ سے کہلوایا اور اس کو قرآن کریم کی تشریح قرار دے دیا اور فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم.(۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کو اس کی وضاحت و تشریح بیان فرمائیں۔

---

(۱)—سنن ابی داؤد ۱۵/۱

(۲)—النحل:٤٤

اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت

ہجرت کا معنی ومفہوم

(ھ،ج،ر) ھاجر یھاجر مھاجرۃ سے ہے جس کا معنی ہے: ''اپنا وطن چھوڑ دینا'' اور ہجرت الی اللہ ورسولہ سے مراد ہے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر گھر بار یا وطن چھوڑ دینا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ومن یھاجر فی سبیل اللّٰہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللّٰہ ورسولہ یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللّٰہ وکان اللّٰہ غفورا رحیماo﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے اپنے گھر سے نکل پڑے گا پھر اس کو موت نے گھیر لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم والا ہے۔''

اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا اسے ہم مدینہ میں وسعت والی جگہ دیں گے، اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو ہماری خاطر گھر بار چھوڑ دیتا ہے ہم اس کی رسائی پوری کائنات تک کر کے اس کو منازل ومراتب میں وسعت دے دیتے ہیں چاہے وہ مکہ سے ہجرت کرنے والے ہوں جو پوری دنیا میں انقلاب لے کر آئیں یا وہ ہجرت کرنے والے لاہور آئیں یا گجرات۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اکثر علماء ومحدثین اور صوفیائے کرام نے ہجرت کی ان کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا، وہ گھر سے بے گھر ہوئے تو مالک کائنات نے صلہ میں ان کو دونوں جہانوں کی وراثت عطا فرما دی، ان کو صاحبِ عزت کر کے لوگوں کو ان کے تابع کر دیا اور انہیں امت کا راہنما بنا دیا۔

---

(۱) النساء: ۱۰۰

اس آیت کریمہ میں اشارہ اس عظیم انسان کی طرف ہے جس کی راہ میں فکرِ معاش یا کسی قسم کا فتنہ یا مشکلات حائل ہو رہی ہوں اور وہ دین کی خدمت سے قاصر نظر آ رہا ہو۔ ان حالات میں اس کا خدا کی رضا کی خاطر ہجرت کر جانا اس کی کامیابی کا سبب ہوگا اور پھر اگر وہ زندہ ہے تو غازی اور مر جاتا ہے تو شہید ہوگا۔

شانِ نزول و مقصدیت

لما نزلت هذه الآية سمعها رجل من بني ليث شيخ كبير مريض يقال له جندع بن ضمرة فقال والله ما ابيت بمكة اخرجوني، فخرجوا به يحملونه على سرير حتى اتوا به التنعيم فادركه الموت فصفق يمينه على شماله ثم قال:

اللهم هذه لك وهذه لرسولك أبايعك على ما ابايعك عليه رسولك فمات فبلغ خبره اصحاب رسول الله فقالوا لووا في المدينة لكان اتم واوفى اجرا وضحك المشركون وقالوا ما ادرك هذا ما طلب فانزل الله ﴿ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله......الآية﴾.(۱)

ترجمہ: ”جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو بنو لیث کے بہت بوڑھے مریض جن کا نام

جندع بن ضمرہ تھا‘ نے یہ آیت سنی تو کہا اللہ کی قسم! میں مکہ میں نہیں رہوں گا، مجھے ساتھ لے چلو پس انہوں نے ان کو چارپائی پر اُٹھایا اور لے چلے، جب مقام تنعیم پر پہنچے تو موت کے آثار نمودار ہوئے۔ پس انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور کہا

---

(۱)—معالم التنزيل،٢/٢٧٤،الكشاف،١/٣٥٣۔، النيسابوري،٣/٦٢۔
تفسير ابي السعود،٢/٢٢٤۔ الخازن،٢/١٠٩،اللباب،٥/٣٢٤
تفسير البيضاوي،١/٢٤٣۔التفسير الكبير للرازي،٥/٣٥٥۔

اے اللہ! یہ تیرا اور یہ تیرے رسول کا ہاتھ ہے پس میں اس پر بیعت کرتا ہوں پھر اُن کو موت آ گئی اور یہ خبر صحابہ علیہم الرضوان کو پہنچی تو کہنے لگے کاش جندع مدینہ پہنچ جاتے تو پورا پورا اجر پا لیتے سو مشرکین نے ہنسنا شروع کر دیا اور کہا جو اس نے چاہا، پا نہ سکا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی راہ میں نکلنے کا ارادہ ہی اجر و ثواب کا باعث بن جاتا ہے منزل مقصود تک پہنچنا یا نہ پہنچنا تو بعد کی بات ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سچ اور حقیقت وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہو مخلوق تو اپنے قلوب و اذہان کی وسعت کے مطابق بات کرتی ہے جتنی سوچ اور فکر میں وسعت ہو گی اتنی ہی زبان ترجمانی کر پائے گی۔ اور جہاں تک علوم خداوندی کا معاملہ ہے تو اس کی لامحدودیت میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اس کا ہر فرمان مستقبل کی امانت و ضمانت، مقصد اور نظریہ کی تکمیل و ترقی ہے کیوں کہ کسی چیز کی تعمیر و تخلیق کرنے والا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس چیز کی عمر، مدت اور بقا کیا اور کتنی ہے پس اللہ کے راستے میں اٹھایا جانے والا ہر قدم ترقیٔ فکر اور تکمیل مشن کی طرف رواں دواں رہتا ہے اور اللہ کی مدد و نصرت ہر حال میں مسافرِ حق کی ہم سفر رہتی ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی رضا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین﴾۔(۱)

ترجمہ: ''وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی رکھا جائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹی قسمیں اُٹھانے والے منافقین اور فریبیوں کے فریب کو بیان فرمایا اور ذات مصطفوی ﷺ پر بحث کرنے والوں کو درسِ رضائے مصطفوی ﷺ دیا اور حق و باطل کا فرق واضح کیا تاکہ کنایۃً بھی حضور نبی محتشم ﷺ کی کوئی گستاخی نہ کر سکے۔

شانِ نزول

قال قتادة والسدی اجتمع الناس من المنافقین فیھم الجلاس بین سوید ودیعة بن ثابت فوقعوا فی النبی ﷺ وقالوا ان کان ما یقول محمد حقا فنحن شر من الحمیر وکان عندھم غلام من الانصار یقال لہ عامر بن قیس فحقروہ وقالوا ھذہ المقالة فغضب الغلام فقال واللہ ان ما یقول محمد حق وانتم شر من الحمیر ثم اتی النبی ﷺ فاخبرہ فدعاھم وسالھم ما رسول اللہ فحلفوا ان عامر کذاب وحلف عامر انھم کذبة فصدقھم النبی ﷺ فجعل عامر یدعو ویقول اللھم صدق الصادق وکذب الکاذب فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الایة.(۲)

---

(۱)—التوبہ:۶۲

(۲)—تفسیر البغوی ۴/ ۶۸

ترجمہ: ''منافقین کا گروہ تھا جس میں جلاس بن سوید اور ودیعۃ بن ثابت بھی تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں باتیں کیں اور کہنے لگے جو کچھ محمد ﷺ کہہ رہے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھے سے بھی زیادہ برے ہیں اسی اثنا میں وہاں ایک انصاری بچہ جس کا نام عامر بن قیس تھا انہوں نے اس کی تحقیر کی اور یہی بات کہہ دی تو وہ بچہ غصے میں آ کر بولا خدا کی قسم! جو کچھ محمد ﷺ نے فرمایا سچ فرمایا اور تم گدھے سے بھی بدتر ہو پھر وہ بچہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور وہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے ان کو بلا کر پوچھا تو انھوں نے حلفاً انہیں جھوٹا کہا پس نبی کریم ﷺ نے اُن لوگوں کی تصدیق کر دی تو عامر نے بارگاہِ خداوندی میں دستِ طلب دراز کیا اور عرض کرنے لگے اے اللہ! سچے کی تصدیق اور جھوٹے کی تکذیب کر دے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔''

مقصدیت

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق کسی قسم کی حقارت اور بحث سے منع فرمایا اور غلامان مصطفیٰ ﷺ کی محبت وعقیدت کو شرف بقا سے مشرف فرمایا ان کی تسلی وتشفی کے لیے اپنا کلام نازل فرمایا اور دفاعِ شان مصطفوی ﷺ کو یقینی بنایا۔ منافقین کا تو شروع سے ہی یہ وطیرہ وطرزِ عمل رہا ہے کہ وہ گاہے بگاہے ذاتِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر اعتراضات اور ہجو کیا کرتے۔ آپ کی ذات اقدس کے آئینہ میں اپنی ہی شکل دیکھ کر پیچیدہ عیوب ونقائص کو کھول کھول کر بیان کرتے چونکہ آئینہ میں اپنی ہی شکل نظر آتی ہے سو وہ لوگ اپنے ہی تصورات وتخیلات کی ترجمانی کرتے اور عامر کی طرح ہر دور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے غلام اُن کا دفاع کرتے رہے خواہ عامر بن قیس ہو یا کوئی اور، اس دور سے لے کر آج جہاں کہیں بھی کسی منافق نے سر اُٹھانے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے اس کا سرتن سے جدا کرنے کا اعلان کیا اور پھر تحفظِ ناموس رسالت کے بل پاس کروائے اور اسی نام سے تنظیم سازی بھی کی اور ننگی تلوار لے کر میدانوں میں اُترے مگر منافقین ہمیشہ سر چھپاتے رہے آج بھی امریکہ، فرانس، ناروے، ڈنمارک

جیسے ممالک کے نااہل و جاہل باشندے اسی طرح کی کچھ کوششوں میں مصروف ہیں جن کی ان غلیظ حرکتوں پر پورا عالم اسلام احتجاج کر رہا ہے مجھے حیرانگی اس بات پر ہوئی کہ جب ایک یہودی فلمی ڈائریکٹر سستی شہرت کے نام پر گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہوا تو یہودیوں نے اس معاملے سے خود کو نکالنے کی اور دامن بچانے کی بھرپور کوشش کی مگر جب ایک مسلم وزیر نے گستاخِ رسول ﷺ کا سر قلم کرنے پر انعام کا اعلان کیا تو یہودیوں کو ہی پیٹ میں درد اُٹھا اور وزیر خارجہ نے اس پر احتجاج کیا اسی کو ہی منافقت کہتے ہیں کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، اور کھانے کے اور لیکن انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب گستاخانِ رسول ﷺ اپنے انجام کو پہنچیں گے آخر جیت اسلام اور مسلمین کی ہی ہوئی اور ہوتی رہے گی جب تک وہ دامنِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے وابستہ و پیوستہ رہیں گے اور جب تک مشربِ مصطفوی ﷺ سے شجرِ مسلمین کی آبیاری ہوتی رہے گی۔

افسوس ہے ان کلمہ گو مسلمانوں پر جو منافقین اور دشمنانِ اسلام کی بجھتی آگ کو ہوا دے رہے ہیں اور ممبروں، مناظروں اور تقریروں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس پر بحث اور عیوب و نقائص کو بیان کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور نور و بشر، غیب و حاضر کے جھگڑوں میں مگن ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ پر عنایات کی بارش فرمائی ہے تو قیل و قال کیسا، مناظرے اور بحثیں کیسی؟ بس یہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے کل قبر میں ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل ("تو اس ہستی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا") کا کیا جواب دیں گے پس حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکت کا احترام و تعظیم ہر حال میں ضروری ہے اور "اللّٰہ ورسولہ احق ان یرضوہ" سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ہر حال میں ضروری ہے چاہے انسان خوشی کے عالم میں ہو یا درد و الم میں ہو، وہ عالم غربت میں پرورش پا رہا ہو یا صاحبِ ثروت ہو، میدانِ جنگ میں ہو یا جہانِ امن میں ہو، وہ علم کا متلاشی ہو یا تدریس کا ذمہ دار، کسی

جماعت کا قائد ہو یا رکن، کاتب ہو یا قاری ہو گویا کہ جس عہدے یا ذمہ داری کا بار سر پر ہو رضائے خداوندی و مصطفوی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے اور کبھی ترکِ تعلق نہ کرے۔ چونکہ رضا محبت کے ثمرات میں سے ہے اور مقربین کے لیے سب سے ارفع واعلیٰ مقام ہے جو خدا کے لیے سب کچھ لٹا دینے کا نام ہے اس لیے یہ مقام ہر انسان حاصل نہیں کر پاتا مگر کوشش ضرور ہونی چاہیے اور جو یہ مقام حاصل کر لیتا ہے وہ اعلیٰ درجات پر فائز ہو جاتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی رضا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "**رضی اللہ عنهم ورضوا عنه**" اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یعنی صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے مقامِ رضا عطا فرمایا کیونکہ اُن کی رضا وہی تھی جو اللہ اور رسول کی رضا تھی۔

اللہ اور رسول ﷺ کی عطا

اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کو رسول ﷺ کی عطا اور رسول ﷺ کی عطا کو اپنی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ولو انهم رضوا ما اتهم اللّٰه ورسوله وقالوا حسبنا اللّٰه سيؤتينا الله من فضله ورسوله انا الى اللّٰه راغبونo﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اور کیا ہی اچھا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی عطا پر راضی ہو کر کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے ۔عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا بے شک ہم اسی کی طرف راغب ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی عطا پر اور آپ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کو جھوٹا اور لالچی کہا گیا ہے اور ان کو احساس دلایا گیا ہے کہ کاش تم اللہ اور رسول ﷺ کی عطا پر راضی ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل مان کر یہ کہتے کہ عنقریب ہمیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ عطا فرمائیں گے تو ہم ضرور بہ ضرور ان کو عطا کرتے۔

شانِ نزول ومقصدیت

حضرت ابو سعید الخدری فرماتے ہیں:

بينما رسول اللّٰه ﷺ يقسم قسما اذ جآء ه الخويصرة التيمي فقال: اعدل يارسول اللّٰه ﷺ فقال: ويلک ومن يعدل ان لم اعدل؟ فقال عمر: يارسول اللّٰه ﷺ ائذن لي فاضرب عنقه فقال دعه فانزل اللّٰه تعالىٰ.(۲)

---

(۱)—التوبة:۷٤

(۲)—معالم التنزيل،۷٥/٤

ترجمہ: "اسی اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ حصے تقسیم فرما رہے تھے تو خویصرہ تیمی آیا تو کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو، کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا؟ پس حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر مجھے اجازت ہو تو اس کا سر تن سے جدا کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تقسیم وعطا اللہ تعالیٰ کی تقسیم وعطا ہے کیونکہ خویصرہ نے جب کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات پر آیت کریمہ کا نزول فرما دیا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا پر راضی ہو جاتے تو ہم ان کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے فضل سے عطا کرتے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جملہ قرآن کا گفتہ ہے: "اللہ اور رسول کا فضل" لہٰذا محدود سوچ کی اس جملے تک رسائی کہاں ممکن ہے اسی وجہ سے کم مائیگی و بے بضاعتی کفر وشرک کے فتوے لگانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اور عبارۃ النص سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کے ساتھ رسول ﷺ کی عطا اور اپنے فضل کے ساتھ اپنے رسول کے فضل کا ذکر کیا ہے۔

(خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل، فضل حقیقی اور رسول ﷺ کا فضل خدا کی عطا ہے۔)

اس کے شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کی محبت کی کوئی انتہا نہ تھی نہ جان کی پرواہ، نہ مال کی، نہ اہل وعیال کی پرواہ، نہ ترکہ و وارثین کی۔ بس پرواہ ہے تو محبتِ جان کائنات ﷺ کی پرواہ ہے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! آپ کو ساری دنیا جانتی ہے کہ آپ نے کبھی بھی محبوب کی گستاخی صراحتاً ہو یا کنایۃً برداشت نہیں کی۔ آپ کی تلوار گستاخانِ رسول ﷺ کے لیے ہر وقت لٹکتی رہتی ہے اور آپ کی تلوار کا اثر آج بھی اس امت مسلمہ پر باقی

ہے چاہے وہ کوئی بھی مرد مجاہد ہو جو اسلام کے پلیٹ فارم پر گستاخانِ رسول ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مخالفین کی سرگرمیوں کے سدباب کے لیے دن رات کوشاں ہے یا پھر ایسا مجاہد جس نے ایوانوں کو اور بڑے بڑے سرداروں اور جاگیرداروں کو ان کی اوقات یاد کروا دی اور ہر قصر پر ایسا علم گاڑا کہ انسان جاں بلب اور ہر زبان خاموش نظر آئی۔ تاریکی کے اس دور میں جہاں مسلمانوں نے بھی توہینِ رسالت کے قانون کی دھجیاں بکھیرنا شروع کر دیں اور روحِ ایمانی کو اپنے جسدِ خاکی سے دور کرنا شروع کر دیا اور دنیاوی لذتوں نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ دنیا گواہ ہے کہ ایک مجاہد کے اس عمل نے تاریخ رقم کر دی اور بات بات پہ زبان کھولنے والوں کی زبانوں کو قفل مقوی لگ گیا۔

اور اس بات سے انکار کبھی نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر ہمارے عہد تک جب بھی کسی نے زبان درازی کی کوشش کی تو غلامان ومحبانِ رسول ﷺ نے جان کی پروا کیے بغیر اپنا سب کچھ ذات ومحبتِ مصطفیٰ ﷺ پر لٹا دیا۔

اللہ ورسول ﷺ کی شانِ غناء

غناء کا معنیٰ ومفہوم

یہ غ،ن،ی سے ماخوذ ہے اور اسی سے اغنـــاء ہے جس کا معنی ہے مالدار کر دینا، دوسروں سے بے نیاز کر دینا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بے نیازی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿یحلفون باللّٰہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم وهموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغناهم اللّٰہ ورسوله من فضله فان یتوبوا یک خیرا لهم وان یتولوا یعذبهم اللّٰہ عذابا الیماً فی الدنیا والآخرة وما لهم فی الارض من ولی ولا نصیرo﴾۔(۱)

ترجمہ: ''(منافقین) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا یقیناً انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور وہ (اظہارِ) اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور اپنی مراد نہ پا سکے اور کسی چیز کو ناپسند نہ کر سکے مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا پس اگر یہ توبہ کر لیں تو یہی ان کے لیے بہتر ہے اور اگر پھر گئے تو اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا کہ اُن کے لیے زمین میں نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا پول کھولتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اگر انہوں نے یہ روش ترک نہ کی تو دنیا و آخرت میں ان کو ایسا ذلیل ورسوا کیا جائے گا کہ کوئی ان کو بچانے والا

---

(۱) التوبة :۷۴

مدد و معاون نہ ہوگا۔

یہ وہی منافق لوگ تھے جنہیں نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے صدقے غنی کردیا گیا۔ ان کی تنگدستی دیدنی تھی وہ بیچارے تو بھوک و افلاس کے مارے مال و دولت سے عاری تھے جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ہر طرف بہار آگئی، زمین سرسبز و شاداب ہوگئی اور مرغزاریاں زمین کے چہرے پر تھانے لگیں اور دوسری طرف ان لوگوں کو مال غنیمت سے بھی حصہ ملا جس سے وہ خوشحال ہوگئے اور جب خوشحال ہوئے تو بھول گئے کہ ہم پر کسی کے کیا کیا احسانات ہیں۔ جس طرح آج لوگ رسول اللہ ﷺ کا تعلیمی و روحانی صدقہ کھا رہے ہیں اور منبروں اور اسٹیجوں پر چڑھ کر انہی میں عیوب و نقائص تلاش کر کے لوگوں کو جھوٹی اخبار سے خبردار کر رہے ہیں، وہ یہ نہیں سوچتے کہ قبر میں جب فرشتے پوچھیں گے کہ **"ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل"** (تو اس ہستی پاک کے بارے کیا کہا کرتا تھا؟) **کنت تقول** ماضی استمراری ہے جس سے مراد منبروں اور اسٹیجوں، کانفرنسز یا کسی بھی جگہ پر رسول اللہ ﷺ کے متعلق گفتگو کرنا ہے پس جس نے جو گفتگو کی ہوگی اس کے مطابق جزا و سزا کا متحمل ہوگا۔

شان نزول و مقصدیت

امام کلبی فرماتے ہیں:

کانوا قبل قدوم النبی ﷺ فی ضنک من العیش فلما قدم علیھم النبی ﷺ اغتنموا بالغنائم. (۱)

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے وہ لوگ تنگ دست تھے پس جب آپ ﷺ قدم رنجا ہوئے تو مال غنیمت ان کو کفایت کرنے لگا۔"

امام رازی فرماتے ہیں:

---

(۱)

ان ھؤلآءِ المنافقین کانوا قبل قدوم النبی المدینة فی ضنک من العیش لا یرکبون الخیل ولا یجوزون الغنیمة وبعد قدومه اخذ واالغنائم وفازوا بالاموال ووجدوا الدولة وذلک یوجب علیهم ان یکونوا محبین له مجتهدین فی بذل النفس والمال لاجله. (۱)

ترجمہ: ''بے شک یہ منافقین نبی کریم ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے تنگدست تھے، نہ تو گھوڑوں پر سواری اور نہ غنیمت کے حصول پر متمکن تھے اور حضور ﷺ کی آمد کے بعد انہوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا اور مال و دولت کے حصول میں کامیاب ہوئے اور یہ چیز اُن کے لیے آپ کی محبت کو واجب کرتی تھی کہ وہ آپ سے محبت رکھیں اور اپنے نفس اور مال کے خرچ کرنے کے متعلق غور و فکر کریں آپ کے سبب۔''

معلوم ہوا کہ اس آیت کے شانِ نزول کا مقصد نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطاء و غناء کو بیان کرنا اور منافقین کی چالبازی کو عوام الناس اور مومنین کے سامنے لانا اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کی برکتیں اور اپنے ساتھ رسول ﷺ کا ذکر اور ذکر بالغنا کرنا ہے۔

---

(۱)—تفسیر کبیر للرازی،۹۸/۸۰

اللہ اور رسول ﷺ کا سچا وعدہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ولما رای المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله مازادهم الا ایمانا وتسلیماo﴾۔(۱)

ترجمہ: ''اور جب مومنین نے (غزوہ) احزاب میں دیکھا تو کہنے لگے یہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ سچ کر دکھایا اور اس سے ان کے ایمان واطاعت میں اضافہ ہو گیا۔''

غزوہ احزاب سے پہلے صحابہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! فتح اور نصرت کب ہو گی تو حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوا: ﴿الا ان نصر الله قریب﴾ ''اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔'' جب صحابہ کرام نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مخالفین کی حالت دیکھی اور فتح ونصرت کا مشاہدہ کیا تو برملا کہنے لگے یہ تو اللہ اور رسول کا وعدہ تھا کہ فتح ونصرت آ رہی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور وفا ہوا پس اس مشاہداتی عمل نے صحابہ کرام کے ایمان کو وہ پختگی عطا فرما دی کہ پھر کسی بھی چیز کی محبت انہیں خیرہ نہ کر سکی اور وہ ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کیے گئے وعدوں کے سچا ہونے اور وفا ہونے پر پہلے سے بھی زیادہ یقین کرنے لگے۔ یہ فطری بات ہے کہ ہر انسان سننے سے زیادہ دیکھنے پر یقین رکھتا ہے اور اسلام فطرت کے عین مطابق ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کا ظہور فرماتے رہتے ہیں تاکہ

---

(۱)—الاحزاب:۲۲

مومنین اطمینانِ قلبی کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہیں اور کفار و منکرین انعام و سزا سے باخبر رہیں۔

شانِ نزول

قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما وقتادۃ:

یعنون قولہ تعالیٰ فی سورۃ البقرۃ ﴿ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولمایاتکم مثل الذین خلوا من قبلک مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللّٰہ الا ان نصر اللّٰہ قریب﴾ ای ھذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ من الابتلاء والاختبار والامتحان الذی یعقبہ النصر القریب۔ (۱)

ترجمہ: ''ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا فرمان ہے سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ...... الا ان نصر اللّٰہ قریب﴾ سے مراد یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے آزمائش اور امتحان کے طور پر کیا تھا جس کے پیچھے مدد بالکل قریب تھی۔''

مقصدیت

مقصدیت یہ ہے کہ آزمائش وامتحان کے بعد کامیابی ونصرتِ خداوندی بہت ہی قریب ہوتی ہے لہٰذا کسی بھی خادم وامیر کو آزمائش وامتحان سے گھبرا کر خدمت اسلام اور خدمت خلق ترک نہیں کرنی چاہیے۔ آج کے اس دور میں لوگ علماء اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور یہود ونصاریٰ کی باتوں میں آکر قائدین اسلام کی توہین اور اُن کے خلاف پروپیگنڈے، غیبت اور ان سے بے جا دشمنی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور ائمہ مساجد کی مخالفت، مدارس کے منتظمین، مختلف جماعتوں کے قائدین کے خلاف من مانی باتیں کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور خود گھر کی چار دیوار سے نکلنا اپنے

---

(۱) — التفسیر لابن کثیر، ۱/۳۲۷

آرام میں خلل سمجھتے ہیں اور جو بھی خدمت اسلام یا خدمت خلق کا بیڑہ اٹھاتا ہے اس کے راستے میں غیبت، الزامات کے کانٹوں کی بچھاڑ کر دی جاتی ہے لیکن خادمین وعلماء کو ہرگز ہرگز دنیاداروں اور قوم کے سرداروں سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ یہ بھی ایک امتحان ہے۔حضرت موسیٰ ویوسف علیہما السلام کے سامنے فرعون، ابراہیم علیہ السلام کے سامنے نمرود اور محمد عربی ﷺ کے سامنے ابوجہل سامنے ڈٹے رہے مگر انبیاء علیہم السلام خدمتِ اسلام اور خدمت خلق کے علمبردار رہے اسی وجہ سے کامیابی وکامرانی کا سہرا انہی کے سر سجا رہا اور آج بھی روئے زمین پر تعلیماتِ اسلام کی ہی حکمرانی ہے اور ہر تہذیب اسلامی تہذیب کے مرہون منت ہی اپنی تابانیوں پر ہے خواہ وہ انٹرنیشنل لاء ہو(International Law)یا برٹش لاء(British Law)،ٹریفک قوانین (Trafic Rules) ہوں یا عدالتی نظام(Judicial System)، انسانی اقدار (Human Values) ہوں یا حقوق نسواں (Women Rights) ہوں سارا عالم آب وگل تعلیمات اسلام کا محتاج ہے۔کیا ہوا جو مسلمان ان تعلیمات سے دور ہوئے اور چور چور ہوئے، اپنا تشخص کھو بیٹھے، مساجد کو ویران کر دیا، قرآن مجید کو الماریوں کی زینت بنا دیا، بغض وکینہ، حسد وغیبت کو دوست بنالیا مگر وہ کامل مومن جو آج بھی اتباع خدا ورسول ﷺ اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہیں دنیا آج بھی انہیں اپنا امام سمجھتی ہے چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم پس ہر منتظم، راہنما، قائد اور استاذ کو چاہیے کہ وہ پورے اخلاص کے ساتھ محنت اور جدوجہد سے کام کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر حال میں شامل رکھے اور مشکل کے بعد فتح ونصرت کی واثق اُمید رکھے تو منزل مقصود دور نہیں، کامیابی وکامرانی بعید نہیں۔

عزت اللہ ورسول ﷺ اور مومنین کے لیے ہے

عزت کا معنی غلبہ، قوت اور حکومت وغیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عزت کو اپنی عزت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل وللّٰه العزة ولرسوله وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون٥﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹے تو وہ جو زیادہ عزت والا ہے اس میں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا اور عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن منافقین کو علم نہیں۔''

خود معزز بن جانے سے کوئی معزز نہیں ہوتا عزتیں تو اس ذات کے ہاتھ میں ہیں جو نہ صرف انسانیت کا خالق ہے بلکہ عزتوں کا بھی خالق ہے اس ذات نے عزت کا معیار تقویٰ رکھا ہے نہ کہ خواہشات کی آوارگی اور اگر کوئی بارگاہ خداوندی سے آوارہ بھی ہو اور سب سے زیادہ معزز ہونے کا دعوے دار بھی ہو تو یہ دعویٰ مضحکہ خیز ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالکِ ارض وسماء ہے اور وہی ﴿وتعز من تشاء وتذل من تشاء﴾ کی صفت سے متصف ہے جسے وہ عزت دے اسے کوئی ذلت نہیں دے سکتا اور جسے وہ ذلت دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ عزتیں دینے کا مالک بھی وہی ہے اور وہ ہی ذلتیں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذات خود منافقین کو ذلت والا قرار دیا اور یہ بھی بتادیا کہ اگر کوئی عزت والا ہے تو وہ خدا، اس کا رسول اور مومنین ہیں اور منافقین اس راز سے بے خبر ہیں۔

شانِ نزول و مقصدیت

---

(۱) — المنافقون:۸

عبداللہ بن ابی منافق نے کہا:

﴿لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل﴾۔

''اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹے تو وہ جو زیادہ عزت والا ہے اس میں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا۔''

جب عبداللہ بن ابی منافق واپس آ رہا تھا تو جناب حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی جو کہ مسلمان تھے۔

وقف علی باب المدینة واستل سیفه فجعل الناس یمرون علیه، فلما جآء ابوه عبداللّٰه بن ابی قال له ابنه: ورائک فقال: مالک ویلک؟ فقال: واللّٰه لا تجوز من ههنا حتی یاذن لک رسول اللّٰه ﷺ وکان انما یسیر مسافة فشکا الیه عبداللّٰه بن ابی ابنه فقال ابنه عبداللّٰه: واللّٰه یارسول اللّٰه لا یدخلها حتی تاذن له فاذن له رسول اللّٰه فقال: اما اذا اذن لک رسول اللّٰه. (۱)

ترجمہ: ''در مدینہ پر رکے اور تلوار تان لی پس لوگ اس دروازہ سے گزر رہے تھے تو ان کا والد عبداللہ بن ابی آیا تو اس کے بیٹے نے اس کو کہا پیچھے چلو تو اس کے باپ نے کہا ارے تیری ہلاکت ہو، کیا ہو گیا ہے تجھے؟ تو بیٹے نے کہا اللہ کی قسم! تو یہاں سے اس وقت تک نہیں گزر سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے پھر باپ تھوڑا چلا اور رسول اللہ ﷺ سے بیٹے کی شکایت کی تو بیٹے حضرت عبداللہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم جب تک آپ اسے اجازت نہیں دیں گے، یہ مدینہ میں نہیں آ سکے گا پس آپ ﷺ نے اجازت دی تو بیٹے نے کہا یہ اس لیے ہے کہ تجھے رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے۔''

یہ بھی روایت کیا گیا ہے:

---

(۱)—تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴۷۶/۴

قال عبداللّٰہ بن عبدالله بن ابی بن سلول لابیه: واللّٰہ لا تدخل المدینة ابدا حتی تقول: رسول اللّٰہ ﷺ الاعز وانا الاذل قال وجآء الی النبی ﷺ فقال یارسول اللّٰہ انه بلغنی انک ترید ان تقتل ابی فوالذی بعثک بالحق ما تاملت وجهه قط هیبة له ولئن شئت ان اتیک براسه لاتیتک فانی اکره ان اری قاتل ابی. (۱)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول سے کہا اللہ کی قسم! تو مدینہ میں کبھی نہیں آسکتا جب تک یہ نہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ معزز اور میں ذلیل ہوں پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے پتہ چلا ہے کہ میرے والد کو آپ قتل کرنا چاہتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں کبھی بھی اس کی ہیبت کے لیے اس کی رضا نہیں چاہوں گا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس کا سر قلم کر کے آپ کی بارگاہ میں پیش کر دوں پس میں اپنے باپ کے کسی اور قاتل کو برداشت نہ کر پاؤں گا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کبھی بھی کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں کوئی بھی ایسا لفظ بولے کہ جس سے گستاخی کا شائبہ ہو اور رہی عبداللہ بن ابی منافق کی بات تو اس نے جب جسارت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی زبان وہیں بند کر دی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ، عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنی جان بھی نثار کر دینے کی خواہش کی اور نہ صرف اپنے باپ کی محبت کو پسِ پشت ڈالا بلکہ نبی کریم ﷺ کی محبت میں اُسے قتل کرنے پر بھی تیار ہو گئے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ تقاضائے محبت یہ ہے کہ اپنے ماں باپ، اہل وعیال بلکہ

---

(۱)—تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ٤/٤٧٦

پوری دنیا سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ سے محبت کی جائے کیونکہ یہ ایمانِ کامل کی علامت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

"میرا کیا منہ جو اُن کی عزت کا کروڑواں حصہ بھی بیان کروں بس ان کو وہ عزت ملی جو ان کو دینے والا رب جانے یا لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم تو صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو جائیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔(۱)

---

(۱)–شانِ حبیب الرحمن،ص:۲٤۱

باب دوم: اللہ ورسول ﷺ سے اعراض اور حکم سزا

اللہ اور رسول ﷺ کا انکار

پہلی آیت

اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول ﷺ انکار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿استغفرلهم او لا تستغفرلهم ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلك بانهم كفروا بالله ورسوله والله لايهدى القوم الفاسقين o﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بخشش نہیں کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کا انکار کیا ہے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ منکرِ رسول ﷺ کی بخشش اللہ تعالیٰ ہرگز، ہرگز نہیں چاہتا۔ اس لیے اپنے محبوب ﷺ کو گستاخ ومنکر کی بخشش طلب کرنے سے منع فرمایا کہ قیامت تک کسی منافق وگستاخ کو جرأت نہ ہو کہ وہ شانِ رسالت کا انکار یا گستاخی کرسکے جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے استغفار وشفاعت کے قائل نہیں۔ اس آیت ﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآءوك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول ...... (النساء: ۶۴)﴾ کی تفسیر کا مطالعہ فرمالیں۔

---

(۱)—التوبہ: ۸۰

شانِ نزول و مقصدیت

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور خوشامد کرتے ہوئے کہتا: **ھذا رسول اللہ اکرمہ اللّٰہ واعزہ ونصرہ**۔ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت ونصرت عطا کی۔

جب غزوۂ اُحد کے بعد اس کا نفاق واضح ہو گیا تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ اللہ کے دشمن! تیرا کفر اب چھپائے نہیں چھپ سکتا۔'' دوسرے حاضرین نے بھی اسے ملامت کی۔ چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا وہ مسجد سے چلا گیا۔ راستے میں کسی نے اس سے پوچھا کدھر بھاگے جا رہے ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان کا دامنِ کرم پکڑ لو اور اپنی بخشش ومغفرت کے لیے عرض کرو۔

اس بد بخت نے کہا: **ما ابالی استغفرلی او لم یستغفر**۔

''وہ میرے لیے بخشش کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں مجھے ذرا پرواہ نہیں۔''

اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(۱)

اس آیت کے نزول کا مقصد منکرینِ اسلام اور منکرینِ رسالت کے منہ پر قفلِ مقوی لگانا ہے اور وہ لوگ جو اپنی بخشش پر اتنا گھمنڈ کرتے ہیں اور واسطۂ رسالت کو چھوڑ کر ڈائریکٹ توحیدی بننے کی کوشش میں مصروف و مشغول اور قرآن واحادیث سے نبی محترم ﷺ کے عیوب ونقائص کو تلاش کرنے میں دن رات کوشاں ہیں۔ وہ اپنے انجام کی فکر کریں اس سے پہلے کہ توبہ کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور پھر صرف درِ جہنم ہی کھلا رہ جائے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنے والوں

---

(۱)—ضیاء القرآن، ج:۲، ص:۲۳۷

کے لیے رحمت خداوندی کے جملہ ابواب بند ہیں کیونکہ نبی محترم ﷺ کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔

دوسری آیت

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا باللّٰه ورسوله وماتوا وهم فاسقون٥﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اور آپ ان (منافقین) میں سے جو مر جائے کبھی بھی نماز (جنازہ) نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی کھڑے نہ ہوں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور فاسق مرے۔''

اس میں منافقین کی نماز جنازہ اور ان کی قبور پر قیام سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ وہ منکرینِ خدا اور رسول ہیں اور حالتِ کفر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ان کی قبروں پر جانے اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ان صلوتک سکن لهم﴾ ۔(۲)

ترجمہ: ''بے شک آپ کی دعا اُن کے لیے سکون ہے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ ہرگز منافقین اور کفار کی بخشش وسکون نہیں چاہتا کیونکہ وہ منکر رسالت اور گستاخِ رسول تھے تو محبّ کا محبوب سے محبت کا تقاضا ہے کہ وہ محبوب کے دشمنوں کو ہمیشہ دشمن ہی گردانتا ہے اور اس کے گستاخوں سے قطع تعلق کر کے انہیں سزا کا مرتکب ٹھہراتا ہے۔

---

(۱)—التوبہ:۸٤

(۲)—التوبۃ:۱۰۳

شانِ نزول ومقصدیت

عن ابن عباس قال: سمعت عمربن الخطاب رضي الله عنه يقول، لما توفي عبدالله بن ابي، دعىٰ رسول الله ﷺ فقام اليه فلما وقف عليه يريد الصلوة تحولت حتى قمت في صدره فقلت يا رسول الله أعلى عدوالله عبدالله بن ابي القائل يوم كذا كذا وكذا بعدد ايامه قال ورسول الله ﷺ يتبسم، حتى اذا كثرت عليه قال: "اخر عني يا عمر" اني خيرت فاخترت قد قيل لي (استغفرلهم) الاية، لو اعلم اني لو زدت على السبعين غفرله لزدت قال ثم صلى عليه ومشى معه وقال على قبره حتى فرغ منه قال فعجبت من جرأتي على رسول الله ﷺ والله ورسوله اعلم قال فوالله ما كان الا يسيرا حتى نزلت هاتان الايتان ﴿ولا تصل على احد منهم مات ابدا﴾ الآية. فما صلى رسول الله ﷺ بعده على منافق ولا قام على قبره حتىٰ قبضه الله عزوجل. (۱)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ پس آپ تشریف لائے اور نماز کا ارادہ فرمانے لگے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی جو اس دن یہ یہ کہتا رہا اور آپ نے دن بھی گنوائے تو رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے پھر فرمایا: عمر پیچھے ہٹ، مجھے ٹھیک لگا تو کیا مجھے اس کے استغفار کے لیے کہا گیا ہے کہ ستر مرتبہ بھی کریں تو بخشش نہیں ہوگی اگر مجھے پتہ ہوتا کہ ستر سے زیادہ بخشش چاہنے سے معافی مل جائے گی تو میں اور زیادہ کرتا پھر آپ نے اس پر نماز

---

(۱)—تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/۴۹٦—۴۹۷

(جنازہ) پڑھی اس کے ساتھ چلے، اس کی قبر پر قیام فرمایا حتیٰ کہ فارغ ہو گئے۔ کہتے ہیں (عمر فاروق) پس مجھے رسول اللہ ﷺ پر اپنی جرأت کا تعجب ہوا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ پس اللہ کی قسم! زیادہ دیر نہ گزری کہ دو آیات نازل ہو گئیں ﴿ولا تصل علی احد منھم مات ابدا......الایۃ﴾ پس اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی منافق پر نماز پڑھی، نہ اس کی قبر پر قیام فرمایا یہاں تک کہ آپ پردہ فرما گئے۔"

مقصدِ نزول یہ تھا کہ منافقین کو کسی طرح بھی رعایت نہ دی جائے۔ نہ وہ اس دنیا میں سکون سے رہیں نہ حیاتِ برزخی میں اور نہ ہی میدانِ حشر میں۔ وہ جہاں بھی رہیں، نبی کریم ﷺ سے بغض و دشمنی کی سزا ان کو ملتی رہے تا کہ بعد میں آنے والے منافقین درسِ عبرت حاصل کر سکیں۔

عبداللہ بن ابی کی منافقت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس نے اپنے آپ کو بظاہر مسلمانوں کی صف میں داخل کر لیا تھا لیکن اس کا دل عشقِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے بیگانہ تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صدقِ دل سے حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتے تھے اور کئی بار اپنے والد کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ اسے یہاں تک کہہ دیا کہ تو ذلیل ہے اور میرے آقا ﷺ معزز ہیں اور پھر خود اس منافق کی زبان سے بھی کہلوایا کہ تو خود بول کر کہہ کہ میں ذلیل ہوں اور نبی محتشم ﷺ معزز ہیں۔

حضرت عبداللہ نے نبی کریم ﷺ سے ایک بار یہ بھی کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں اپنے والد کا سر قلم کر کے آپ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کر دوں۔

معلوم ہوا کہ منافق اور گستاخِ رسول ﷺ کے لیے اس کے اپنے گھر میں بھی جگہ کی گنجائش نہیں ہوتی وہ اپنی اولاد کے سامنے بھی ذلیل و رسوا ہے۔

عجب بات یہ ہے کہ بیٹا محبِ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ مسرور

رہے گا اور ابن ابی دشمن رسول اللہ ﷺ ہونے کی وجہ سے غمگین و پریشان رہے گا۔

اس لیے ہر بیٹے کو چاہیے کہ سنت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی پر عمل کرے اور ہر گستاخ رسول باپ کو ذلیل و رسوا کرے اور ہر محبِ مصطفیٰ ﷺ کو چاہیے کہ سنت صدیقی پر عمل کر کے اپنے بیٹوں کے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار چھوڑ جائے تا کہ کوئی بھی بیٹا گستاخئ رسول ﷺ کا تصور بھی نہ کر سکے اور یہود و نصاریٰ اور تمام منکرین رسالت کی ہر سازش ناکام ہو جائے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی

معصیت کا معنی ومفہوم

مادہ "ع،ص،ی" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے نافرمانی یا فرمانبرداری سے رُک جانا۔

تعلیمات خدا ورسول ﷺ سے اجتناب کر کے راہِ فرار اختیار کرنا۔ ایذاء، قتال، مشاقۃ، محاربۃ، خیانۃ۔ یہ تمام الفاظ معصیت کے مفہوم کو بیان کرنے کے لیے قرآن کریم میں استعمال کیے گئے ہیں۔

ان کا ذکر ہم علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مقام پر کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

معصیت خدا ورسول ﷺ اور عذابِ جہنم

جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ کریم ﷺ کی اطاعت جنت اور رضائے خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے اور ہر انسان پر لازم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور نبی محتشم ﷺ کی معصیت ونافرمانی جہنم اور غضب باری تعالیٰ کا سبب ہے۔ لہٰذا ہر انسان پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس میں نافرمانی اور معصیت کا شائبہ بھی ہو، ورنہ عذابِ الٰہی کا منتظر رہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نافرمان کو عذاب مہین کی وعید سنائی ہے:

﴿ومن یعص اللّٰہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا

(۱)— النساء: ۱۴

فیها وله عذاب مهین۝﴾۔(۱)

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کردے گا اور اس کے لیے رسوائی والا عذاب ہوگا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے نافرمان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ومن یعص اللّٰه ورسوله فان له نار جهنم خالدین فیها ابدا۝﴾۔(۱)

ترجمہ: ”اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔“

اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے

کہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نافرمان کو عذابِ جہنم کی وعید سنائی اور کبھی معصیتِ خدا اور رسول ﷺ کو کھلی گمراہی قرار دیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰه ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللّٰه ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا۝﴾۔(۲)

ترجمہ: ”اور کسی مؤمن یا مومنہ کے لیے کوئی اختیار نہیں اُس میں جس میں اللہ اور اسکا رسول فیصلہ فرما دیں اور جس نے نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوا۔“

---

(۱)—الجن:۲۳

(۲)—الاحزاب:۳۶

اس آیت کریمہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ومعصیت کو کھلی گمراہی قرار دیا گیا ہے۔

شانِ نزول ومقصدیت

امام آلوسی فرماتے ہیں:

نزلت في زينب بنت الجحش......واخيها عبدالله خطبها رسول الله لمولاه زيد بن حارثة وقال: اني اريد ازوجک زيد بن حارثه فاني قد رضيته لک فابت وقالت: يارسول الله! لکني ارضاع لنفسي وانا ايم قومي وبنت عمتک فلم اکن لا فعل.

وفي رواية انها قالت: انا خير منه حسبا ووافقها اخوها عبد الله على ذلک فلما نزلت الآية رضيا وسلما فانکحها رسول الله ﷺ زيداً. بعد ان جعلت امرها بيده وساق اليها عشرة دنانير وستين درهما مهراً وخمارا وملحفه ودرعا وازارًا وخمسين مداً من طعام وثلاثين صاعاً من تمرٍ۔(۱)

ترجمہ: ’’یہ آیت کریمہ زینب بنت جحش اور ان کے بھائی عبداللہ کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ کے لیے حضرت زینب کو پیغامِ نکاح بھیجا اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ زید بن حارثہ سے تمھاری شادی کروں اور میں اس سے تیرے لیے راضی ہوں پس زینب نے انکار کر دیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جوان ہوں اور اپنی قوم میں کنواری ہوں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں تو میں ایسا نہیں کر سکتی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے کہا کہ میں اس سے خاندانی شرافت کے اعتبار سے بہتر ہوں اور حضرت زینب کے ساتھ اُن کے بھائی

---

(۱)—روح المعانی للآلوسی، ۱۶/ ۱۲۶

عبداللہ نے بھی اتفاق کیا پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کرلیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجا لائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا﴾۔(۱)

ترجمہ: "جس کا تم کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔"

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول وفعل وحی الٰہی ہوتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی٥﴾۔(۲)

ترجمہ: "وہ وحی الٰہی کے سوا اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے۔"

حضرت زینب بنت جحش نے وہ کہا جو ان کے گمان میں تھا لیکن جب انہوں نے حکم خداوندی سنا تو سر تسلیم خم کرلیا اور معصیت خدا و مصطفیٰ ﷺ سے نکل کر اطاعت کو اپنا لیا اور پھر اس اطاعت کا بدلہ انہیں اس دنیا میں یوں ملا کہ قیامت تک ان کا ذکر قرآن کی تفسیر میں ہوتا رہے گا اور دوسرا اعزاز یہ ملا کہ تاجدار کائنات حضرت محمد ﷺ سے حضرت زید سے نکاح کے بعد اُن کا نکاح ہوا اور اُم المومنین کے لقب سے ملقب

---

(۱)—الحشر:۷

(۲)—النجم:۳—۴

ہوئیں اور پوری امت کی ماں کہلائیں۔

اُخروی فائدہ یہ ہوا کہ اطاعت خدا ورسول ﷺ کی وجہ سے جنت کی حقدار ٹھہریں اور زوجہ مصطفیٰ ﷺ ہونے کی وجہ سے جنت کی وارث ٹھہریں۔

خلاصہ کلام

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی معصیت کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ میرے محبوب ﷺ کی نافرمانی کی گئی تو میری ہی نافرمانی کی گئی کیونکہ جب رسول خدا ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے زید کے نکاح کا کہا تو اُن کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے ذکر کے ساتھ اپنا بھی ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ جس نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی) یعنی محبوب ﷺ کی معصیت کو اپنی معصیت قرار دیا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

چونکہ معصیت خدا اور رسول ﷺ کے متعلق بحث کی جارہی ہے اس لیے یہاں ضروری ہے کہ ایک اعتراض کا ازالہ کر دیا جائے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے:

عن عدی بن حاتم ان رجلا خطب عند النبی ﷺ فقال: من یطع اللّٰہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی. فقال رسول اللّٰہ "بئس الخطیب انت قل ومن یعص اللّٰہ ورسولہ. (۱)

ترجمہ: ''عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس خطبہ دیا تو کہا: جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا

(۱)—الصحیح المسلم،۳/۱۲۔السنن الکبریٰ للبیہقی،۳/۲۱۶۔
السنن للنسائی،۶/۹۰۔ مشکل الآثار للطحاوی،۷/۳۳۷۔
الصحیح لابن حبان،۷/۳۷۔ المصنف لابن ابی شیبہ،۶/۷۴)

اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ سرکش ہوگیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :تو کتنا ہی برا خطیب ہے تو یہ کہہ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔"
(یعنی ھما ضمیر نہ بول اللہ ورسولہ نام لے کر بول)

ایک اشکال

اس حدیث مبارک میں لفظ **یعصھما** پر ایک اعتراض اُٹھایا جا سکتا ہے کہ اگر اللہ ورسول کا اکٹھا ذکر ہوتا اور اتنی قربت ہوتی تو نبی کریم ﷺ نے ھما ضمیر سے منع کیوں فرمایا یعنی ایک ہی ضمیر میں اللہ ورسول کو جمع کرنے سے منع فرمادیا۔

جواب

ہم یہاں امام جلال الدین سیوطی کے جواب پر ہی اکتفا کریں گے۔
امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

والصواب ان سبب النهي ان الخطيب شانها البسط والايضاح واجتناب الاشارات والرموز فلهذا ثبت في الصحيح ان رسول الله كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا لتفهيم واما قول الاولين فيضعف باشياء منها: ان مثل هذا الضمير قد تكرر في الاحاديث الصحيحة من كلام رسول الله كقوله ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما وغيره من الاحاديث وانما ثنى الضمير هذا لانه ليس خطبة وعظ وانما هو تعليم حكم فكل ما قل لفظه كان اقرب الى حفظه بخلاف خطبة الوعظ فانه ليس المراد حفظهما انما يراد الاتعاظ بها ومما يؤيد هذا ما ثبت في سنن ابي داؤد باسناد صحيح عن ابن مسعود قال: علمنا رسول الله خطبة الحاجة الحمد لله نستعينه الى ان قال من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما

وقال شیخ عز الدین من خصاله ﷺ انه کان یجوز له الجمع فی الضمیر بینه وبین ربه تعالیٰ وذلک ممتنع علی غیره قال وانما یمتنع ومن غیر دونه لان غیره اذا جمع اوهم اطلاقه التسویة بخلافه هو فان منصه لا یتطرق الیه ایهام ذلک۔ (۱)

ترجمہ: ''اور درست بات یہ ہے کہ منع کرنے کا سبب اور وجہ یہ تھی کہ خطیب کو شرح وبسط سے کام لینا چاہیے اور اشارات ورموز سے اجتناب کرنا چاہیے پس یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کلام فرماتے تو کلمات کو تین بار دہراتے تا کہ کلام سمجھ آجائے لیکن پہلوں کا قول چند وجوہ کی بنا پر ضعیف ہے۔ اس طرح کی ضمیر احادیث صحیحہ میں کئی بار آئی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے فرامین ہیں۔ **ان یکون اللہ ورسول احب الیه مما سواهما** اور اس کے علاوہ بھی ضمیر کو تثنیہ لایا گیا ہے کیونکہ یہ خطبہ اور وعظ نہیں یہ ایک حاکم کی تعلیم ہے اور جتنے کم الفاظ ہوں گے اتنا جلدی یاد ہو جائیں گے بخلاف وعظ کے،اس کو یاد کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ نصیحت پکڑنا مقصود ہوتا ہے جس کی تائید سنن ابی داؤد کی صحیح سند سے ثابت روایت کر رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے اس خطبہ کو جانتے ہیں **الحمد لله نستعینه** سے **من یطع اللہ ورسوله فقد رشد ومن یعصهما** تک۔''

اور شیخ عز الدین آپ ﷺ کے خصائل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ضمیروں کو جمع کرنا جائز ہے اور یہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ وہاں برابری کا وہم پایا جاتا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان کوئی وہم نہیں پایا جاتا۔

---

(۱)—حاشیه السیوطی علی سنن النسائی،۵۰/۲۰

اللہ و رسول ﷺ سے عہد شکنی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿کیف یکون للمشرکین عھد عند اللّٰہ وعند رسولہ الا الذین عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللّٰہ یحب المتقین o﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''مشرکین سے آپ کا کوئی معاہدہ نہیں ہوگا ماسوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا پس وہ تمہارے لئے ڈٹے رہیں اور تم ان کے لئے بے شک اللہ تعالیٰ صاحبانِ تقوی سے محبت فرماتا ہے۔''

مشرکین نے جب عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدم استقامت پر آیت کریمہ کا نزول فرما کر آقائے کونین ﷺ کو حقیقت حال پر متنبہ فرمایا اور جنھوں نے عہد کی پاسداری کی ان کو نوید تقویٰ اور محبتِ خداوندی کا مژدۂ جانفزا سنایا۔

شانِ نزول اور مقصدیت

قال السدی والکلبی وابن اسحاق:

ھم قبائل من بکر بنو خزیمة وبنو مدلج وبنو ضمرة وبنو الدیل وھم الذین کانوا قد دخلوا فی عھد قریب یوم الحدیبیة فلم یکن نقص العھد الا قریش وبنو الدیل من بنی بکر فامر باتمام العھد لمن لم ینقص وھم بنو ضمرة وھذا القول اقرب الی

---

(۱) التوبہ:۷

(۲)—التفسیر للبغوی،۲/ ۲۷۰

الصواب.... الخ۔ (۲)

ترجمہ: ''سدی، کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنو بکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنو مدلج، بنو ضمرہ اور بنو الدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنو ضمرہ نے عہد نہیں توڑا سو ان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تو تقویٰ کے لائق و قابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق و ابستگی ہے سو اللہ و رسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم و ضروری ہے ایک ایسا عہد و میثاق بھی ہے جب خالقِ کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

﴿الست بربکم﴾ تو وعدہ کرنے والوں نے بلیٰ کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین کی ارواح بھی وہاں موجود تھیں مگر افسوس کہ آج مشرکین و منکرین مکر گئے اور اپنے وعدے کو بھول گئے اور پھر کچھ لوگ مکرے تو نہیں مگر حالات ایسے پیدا کیے کہ غلامانِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر کفر و شرک کے فتووں کی برسات کرنے لگے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کے گیت اور ترانے گانے والوں کی راہ میں کانٹے بچھانے شروع کر دیے اور غلو، غلو کی صدا بلند کر کے کئی لوگوں کی روح ایمان کو بیگانہ کر دیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کو ممنوع و حرام اور کفر و شرک قرار دینے لگے اور خود کو توحیدی ثابت کر کے محمدیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی کوششوں میں مصروف رہنے لگے حالانکہ صرف توحید ہی ایمان ہوتا تو یہودی اور عیسائی سب سے بڑے مومن ہوتے لیکن ربط رسالت اور رشتۂ رسالت سے ترکِ تعلق کر کے کوئی بھی اپنے ایمان کو زندگی و فرحت نہیں بخش سکتا۔ خدا سے خالص تعلق کے لیے ربط رسالت ضروری ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے جھوٹ بولنا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول کریم ﷺ سے جھوٹ بولنے کو اپنے ساتھ جھوٹ بولنا قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وجآء المعذرون من الاعراب ليؤذن لهم وقعد الذين كذبوا الله ورسوله سيصيب الذين كفروا منهم عذاب اليم٥﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اور عذر پیش کرنے والے دیہاتی آئے کہ ان کو اجازت دی جائے اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ بیٹھے رہیں۔ عنقریب ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ملے گا۔''

کچھ لوگوں نے جہاد کے لیے غزوۂ تبوک سے معذرت کی اور عذر پیش کیا حالانکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے تو علیم بذات الصدور نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو ان کے جھوٹ سے متنبہ و آگاہ فرما دیا تا کہ اُن کے جھوٹے اخلاص کی حقیقت منصہ شہود پر جلوہ گر ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اُن کے جھوٹ کا پول کھولا بلکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کو داستان کفر اور عذاب الیم سنا دی تا کہ ہر منافق جب بھی حضور نبی اکرم ﷺ سے بات کرے تو عقل و خرد اور ہوش و حواس سے بات کرے کیونکہ کچھ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہ سے پنہاں نہیں رہتا ان کا خدا ان کو سب کچھ بتلا اور دکھا دیتا ہے۔

شانِ نزول و مقصدیت

---

(۱)—التوبہ:۹۰

(۲)—الکشاف ۲۸۶/۲۰

رهط عامر بن طفيل قالوا: ان غزونا معك أغارت اعراب طی علی اهالینا ومواشینا فقال ﷺ ﴿سیغنی الله عنکم﴾. (۲)

ترجمہ: ''عامر بن طفیل کے گروہ نے کہا: اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے گئے تو بنو طی قبیلہ کے لوگ ہمارے گھروں اور مویشیوں کو لوٹ لیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ عنقریب تم سے بے نیاز کر دے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا ان کے بارے میں فرمایا کہ تم نے صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی جھوٹ بولا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جھوٹ بولنے کو اپنے ساتھ جھوٹ بولنا قرار دیا ہے اور ہر جھوٹ بولنے والے کو خبردار کیا ہے کہ میرا پیغمبر ﷺ تمھارے طور وطریقوں، عادتوں اور سینوں کی باتوں سے بے خبر نہیں ہے اور ظاہر ہے جو لوگ حضور ﷺ کو اپنی بے خبری کی وجہ سے بے خبر سمجھتے ہیں وہ کیونکر اسلام مخالف حرکات سے باز آئیں گے۔

اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دینا

ایذاء

ایذاء ا، ذ، ی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے تکلیف دینا۔ کسی بھی ایسے کام کا سرزد ہو جانا جو شریعتِ مطہرہ کے اصول وقوانین کے خلاف ہو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے باعث تکلیف ہوتا ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ امت کے حاکم بھی ہیں اور خیر خواہ بھی اس لئے کسی بھی انسان کا راہ ضلالت اختیار کرنا منشاء و رضائے الٰہی کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دینے کے متعلق چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں ۔

اللہ کو اذیت دینے سے مراد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الیھود والنصاری والمشرکون فاما الیھود فقالوا عزیر ابن اللّٰہ وید اللّٰہ مغلولۃ وقالوا ان اللّٰہ فقیر واما النصاری فقالوا: المسیح ابن اللّٰہ وثالث ثلاثۃ واما المشرکون فقالوا: الملآئکۃ بنات اللّٰہ والاصنام شرکاءہ۔(۱)

---

(۱)—معالم التنزیل للبغوی،٦/ ٣٧٦۔تفسیر ابی مسعود،٧/ ١١٤۔لباب التاویل،٥/٢١٠۔ الکشاف للزمخشری،٥/ ٣٤٩۔روح المعانی،١٦/ ٢٢١۔

ترجمہ: ''یہود ونصاریٰ اور مشرکین مراد ہیں (یہ لوگ اللہ اور رسول ﷺ کو ایذا دیتے تھے) پس یہود حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے اور کہتے اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے اور تیسرا خدا ہے اور مشرکین کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں اور بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔''

پس یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء دیتا ہے اور ایسے عقائد رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں لعنت اور عذاب مہین کی سزا رکھی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا یا اولاد منسوب کرنا بھی ایذاء میں شامل ہے۔

رسول اکرم ﷺ کو ایذاء:

نبی کریم ﷺ کو ایذاء دینے سے مراد ہے آپ کو شاعر، ساحر، کاہن، مجنوں وغیرہ کہنا، شانِ اقدس میں کمی کا تصور کرنا، نقوص وعیوب نکالنے کی کوشش کرنا اور دین کے معاملات میں کوئی کمی وکوتاہی کرنا، مومنین کو تکلیف دینا وغیرہ۔

امام آلوسی فرماتے ہیں:

واما ایذاء ہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاصۃ بطریق الحقیقۃ وذکر اللّٰہ عزوجل لتعظیمہ ﷺ ببیان قربہ وکونہ حبیبہ المختص بہ حتی کان ما یؤذیہ سبحانہ کما ان من یطیعہ یطیع اللّٰہ. (۱)

ترجمہ: ''اور حقیقتاً آپ ﷺ کی ایذاء کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم وقربت کو بیان کرنے اور آپ ﷺ کے حبیب خاص ہونے کی وجہ سے کیا یہاں تک کہ جو حضور ﷺ کو تکلیف دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف دیتا ہے۔ جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینا یہ ہے کہ اس کی ایسی صفات بیان کرے جس سے وہ

---

(۱)—روح المعانی، ۲۲۱/۱۶

منزہ ہے یا اس کے محبوب بندوں کو ستائے۔حضور ﷺ کو ایذاء دینا یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کسی فعل شریف کو ہلکی نگاہ سے دیکھے یا کسی قسم کا طعن کرے یا آپ ﷺ کے ذکر خیر کو روکے، آپ کو عیب لگائے۔اس قسم کے لوگ دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔"(۱)

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ گاہے بگاہے آقا علیہ السلام کو ایذاء و تکلیف دیتے رہتے، کبھی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے اور کبھی پتھروں کی برسات، کبھی قتل کی دھمکیاں اور کبھی راستوں میں رکاوٹیں ڈالنا، کبھی بحالت نماز آپ ﷺ پر اوجھڑی پھینک کر استہزاء و مذاق اور کبھی شعب ابی طالب میں قید و بندکی صعوبتیں، کبھی ہجرت کے وقت آپ ﷺ کا پیچھا کرنا اور کبھی مدینہ طیبہ میں لڑائی کے لیے آنا۔

یعنی ہر قسم کی ایذاء دینے میں کفار و مشرکین اور منافقین کسی نہ کسی طرح اس فعل بد اور عادت شنیعہ و قبیحہ میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔ظاہر ہے حضور سراج منیر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے بھیجا۔اگر کوئی ان کو ایذاء دے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایذاء ہوگی۔اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول ﷺ کو ایذاء دینے والے پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اسے عذاب جہنم کی وعید سناتا ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ان الذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھیناo﴾.(۲)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت

---

(۱)—نور العرفان:۶۷۳
(۲)—الاحزاب:۵۷

میں ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

شانِ نزول مقصدیت

یہ آیت مبارکہ ان یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر یا اس کے بندوں کو تکلیف دے کر ایذاء دیتے تھے اور اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ کو ساحر، مجنوں، شاعر کہہ کر پکارتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی زبانیں بڑی دراز ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ بول جاتے ہیں جو ان کے شایان شان نہیں۔

آج کے یہود ونصاریٰ ہوں یا کفار ومشرکین یا وہ لوگ جو لبادۂ اسلام اوڑھ کر بانیٔ اسلام کی مخالفت میں دن رات کوشاں ہیں اُن کا سد باب کیا جائے اور ان کے کرتوتوں کے سبب ایسی سزا مقرر کی جائے جس کا اثر رہتی دنیا تک رہے تاکہ ایسی بغاوت کبھی نہ ہو، کئی ممالک ایسے ہیں جن کے باشندوں کو پھانسی کی بھینٹ اس لئے چڑھا دیا گیا کہ انہوں نے حاکم وقت یا مملکت وریاست سے بغاوت کی اور لمحہ فکریہ ہے کہ حاکم وقت یا مملکت وریاست سے بغاوت کی سزا سزائے موت ہے مگر اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت اعلیٰ کے حقیقی مالک کے اصول وقوانین کے باغی دندناتے پھر رہے ہیں۔

ایک واقعہ یاد آرہا ہے جب میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم فل کر رہا تھا تب سیرت رسول عربی ﷺ کے نام سے کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں بندہ ناچیز کو بھی شرکت کا موقع ملا۔ بڑی پر لطف اور پر کیف کانفرنس تھی پروگرام کے اختتام کے بعد کویت ہاسٹل چلے گئے۔ صبح یونیورسٹی کلاسز کے لیے گئے تو وہاں چند افراد کھڑے تھے جن میں سے ایک شخص طنزاً بولا:

"تمھارا رسول کانفرس میں آیا تھا کہ نہیں"

یقین کریں یہ لفظ سنے تو جگر پھٹنے لگا اور بے ساختہ منہ سے الفاظ نکلے:

جس نے تمہیں راہ ہدایت کا راہی بنایا اور تاریک راہوں سے نکال کر روشن راہوں کا مسافر کیا اس ہستی کے بارے میں تمھارے پاس کہنے کو یہ الفاظ ہیں حالانکہ تم خود کو بہت بڑے اسلام کے داعی اور سکالر سمجھتے ہو بہر کیف اس طرح کے اور بھی واقعات پیش آئے ایسے ایسے الفاظ بولے جاتے اور پھر جو دل پر گزرتی اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا یہ ساری باتیں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی ذات کے متعلق ایسی باتیں کرنے سے پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ ہم کس شخصیت کے بارے میں کہہ رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی یونیورسٹی میں ایسی ایسی شخصیات بھی پائی جاتی ہیں جن کو دیکھتے ہی خدا یاد آجاتا ہے جو دن رات اسلام کی خدمت میں کوشاں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی یونیورسٹی کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے تاکہ وہاں سے عاشقانِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا جھرمٹ دنیا کے کونے کونے تک پھیل جائے۔ (آمین)

اللہ ورسول ﷺ سے استہزاء

استہزاء کا معنی ومفہوم

ھ، ز، ی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مذاق اُڑانا، کسی پر ہنسنا، ٹھٹھہ کرنا۔

لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو پھر اس کا مطلب ہوگا اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق استہزا فرماتا ہے یعنی ان کے مذاق اور ٹھٹھہ کا جواب دیتا ہے۔

مذاق اڑانا، کسی پر ہنسنا اور ٹھٹھہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا درست نہیں کیونکہ ان میں عیب پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب ونقوص سے پاک ہے لہذا جن تراجم میں ایسے معانی پائے جاتے ہیں ان کی اصلاح ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ استہزاء کو اپنے ساتھ استہزاء قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

﴿ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل أباللّٰه وآیاته ورسله کنتم تستھزؤن ٥ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو ایسے ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے تو آپ فرمادیں کہ کیا تم اللہ اور اس کی نشانیوں اور اس کے رسولوں کا

---

(۱)—التوبہ:٦٥۔٦٦

مذاق اڑاتے ہو تم معذرت نہ کرو اب ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو چکے ہو۔"

جس وقت منافقین نے حضور نبی کریم ﷺ کے انقلابی تصورات اور جذبۂ خدمت اسلام اور بشارات کو سنا اور دیکھا تو مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ یہ انقلاب کبھی نہیں آئے گا، یہ فتوحات کبھی نہیں ہوں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ منافقین جھوٹے
قرار پائے اور نبی محتشم ﷺ کا مذاق اڑانے والے نشانِ عبرت بن گئے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اُڑانا اور ایسی باتیں کرنا کہ سننے یا دیکھنے والا محسوس کرے کہ یہ تو سراسر گستاخی اور استہزاء ہے۔ تو یہ ایسا ہی ہے گویا کہ اللہ کی ذات کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے اور یہ بات تو واضح طور پر عبارت سے معلوم ہو رہی ہے۔

شان نزول و مقصدیت

سبب نزول هذه الآية على ما قال الكلبي ومقاتل وقتادة ان النبي ﷺ كان يسير في غزوة تبوك وبين يديه ثلاثة نفر من المنافقين اثنان يستهزيان بالقران والرسول والثالث يضحك قبل كانوا يقولون: ان محمداً يزعم انه يغلب الروم ويفتح مدائنهم ما ابعده من ذلک وقيل كانوا يقولون: ان محمداً يزعم انه نزل في اصحابنا المقيمين بالمدينة قران وانما هو قوله وكلامه فاطلع الله نبيه ﷺ علىٰ ذلک فقال: اجلسوا على الركب فدعاهم وقال لهم: قلتم كذا وكذا؟ فقالوا: انما كنا نخوض ونلعب اى كنا نتحدث ونخوض في الكلام كما يفعل الركب لقطع الطريق بالحديث واللعب.(۱)

---

(۱)—معالم التنزیل، ۷۰/٤۔ لباب التاویل للخازن،۳/۲۰۲۔
اللباب فی علوم الکتاب،۸/۳۱٤۔ السراج المنیر،۱/۱۳۰۹

ترجمہ: ''اس آیت کا سبب نزول وہی ہے جو کلبی، مقاتل اور قتادہ کا قول ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کے آگے تین منافقین تھے۔ دو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑا رہے تھے اور تیسرا ہنس رہا تھا یہ کہا گیا ہے کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ بے شک محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ وہ روم پر غالب اور مدائن فتح کر لیں گے۔ یہ کتنی بعید بات ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ یہ قرآن اُن ہمارے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوا جو مدینہ میں رہتے ہیں ارے یہ تو اُن کا اپنا قول اور کلام ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب نبی ﷺ کو اس پر مطلع فرما دیا تو آپ نے فرمایا اپنی اپنی سواریاں روک لو پھر آپ نے ان کو بلایا

اور فرمایا تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تو دل لگی اور ویسے ہی بات چیت کر رہے تھے جس طرح ہم سفر آپس میں دل لگی کی باتیں کرتے ہیں۔''

مقصدِ نزول یہ ہے کہ کسی حال میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جو اُن کی شانِ اقدس کے خلاف ہوں چاہے نظریہ و مقصد کچھ بھی ہو مگر اجازت نہیں کہ حضور ﷺ کے عیوب و نقوص بیان کیے جائیں یا آپ کی بتائی ہوئی خبر کو جھوٹا تصور کرنا یا مذاق اڑانا کیوں کہ آپ کا احترام اور توقیر خدا کا احترام اور توقیر ہے اور آپ کی اطلاعات کو جھوٹا قرار دینا اللہ تعالیٰ کی اخبار کا رد کرنا ہے کیونکہ آپ کا کسی طرح کے بھی حالات سے مطلع فرمانا وحی الٰہی سے ہوتا ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے خیانت

خیانت کا معنی و مفہوم

یہ خ۔و۔ن سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کم کرنا، بے وفائی کرنا۔ یہ امانت کی ضد ہے کیونکہ جب کوئی آدمی خیانت کرتا ہے تو وہ نقصان اٹھاتا ہے۔ خیانت یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں امانت ودیانت کا خیال نہ رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیانت کو اپنے ساتھ خیانت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿یاایھا الذین امنوا لا تخونوا اللّٰہ والرسول وتخونوا امانتکم وانتم تعلمونo﴾ ۔(۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور امانتوں میں بھی خیانت مت کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔"

اس آیت کریمہ میں تمام تر خیانتوں سے روکا گیا ہے چاہے وہ سری ہوں یا جہری، چاہے وہ کسی کے لیے ہوں یا اپنے اہل وعیال کی خاطر۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس فرما دیا کہ کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے والدین، بچوں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں، چاہے وہ صحابیٔ رسول ہی کیوں نہ ہو۔ خالقِ ارض وسماء کسی کو بھی اسلامی معاملات میں خیانت اور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں تنقیص کی اجازت نہیں دیتا۔

---

(۱)۔الانفال:۲۷

اسلام کے ساتھ ایک بہت بڑی خیانت

آج کل کچھ مسلمان غیر اسلامی ممالک میں جا کر اپنے نیشنلٹی کارڈز (Nationality Cards) بنوانے کے لیے غیر مسلموں سے نکاح کر لیتے ہیں اور ان کی صف میں اپنا نام شامل کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح کچھ غیر مسلم لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں وہ مسلمانوں کو U.K. کا جھانسہ دے کر ان کے ایمان کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں یا کچھ لوگ جہاد کے نام پر نوجوانوں کو ورغلا کر لے جاتے ہیں اور کچھ مخصوص مدت تک ان کو مروا کر شہید کا لیبل (Lable) لگوا دیتے ہیں یا پھر کچھ لوگ اپنی من پسند کی آیات تلاش کر کے لوگوں کو انکا رٹہ لگواتے ہیں اور پھر وہ لوگ مفسر قرآن اور شارح حدیث بن کر سچے مسلمانوں کے ایمان پر دھاوا بول دیتے ہیں یا پھر نبی کریم ﷺ کی شان ارفع و اعلیٰ میں نقوص و عیوب نکال کر ظاہراً اسلام کی صف اول میں کھڑا ہونے کے لیے کوشاں رہتے ہیں یا پھر کچھ لوگ دایاں دکھا کر بایاں مارتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے اسلام کے عظیم ستونوں کی قبور کو بت قرار دے کر لوگوں کو متنفر کرنے کی ناکام کوشش اور سعیٔ ناتمام کرتے ہیں اور پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اندرون کھاتہ (Indoor) اجلاس میں نبی کریم ﷺ کی صفات کو داغدار کرنے میں کوشاں رہتے ہیں یعنی کبھی کہہ دیا وہ تو ہماری طرح کے بشر ہیں اور کبھی کہہ دیا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں، کوئی اختیار نہیں۔ اختیار تو کسی بھی مملکت کے صدر کے پاس بہت ہیں اور رہی ان کی شان میں غلو کی بات تو ہماری زبانیں ہی اس قابل نہیں کہ ان کا ذکر پاک کر سکیں۔ قرآن کریم سے عظیم کلام اور کونسا ہوگا جو نبی کریم ﷺ کی رفعت کو بیان کر رہا ہے۔

شان نزول و مقصدیت

امام زہری اور کلبی فرماتے ہیں:

نزلت الایة فی ابی لبابة هارون بن عبدالمنذر الانصاری من

بنی عوف بن مالک وذلک ان رسول اللّٰہ ﷺ حاصر یهود قریظة احدی وعشرین لیلة فسالوا رسول اللّٰہ ﷺ فصلح علی ما صالح علیه اخوانهم من بنی نضیر علی ان یسیروا الی اخوانهم الی اذرعات واریحا من ارض شام فابی رسول اللّٰہ ﷺ ان یعطیهم ذلک الا ان ینزلوا علی حکم سعد بن معاذ فابوا وقالوا: ارسل الینا ابا لبابة بن عبدالمنذر وکان منا صحالهم، لان ماله وولده وعیاله کانت عندهم فبعثه رسول اللّٰہ وآتاهم: فقالوا له: یا ابا لبابه! ماتریٰ انزل علی حکم سعد بن معاذ؟ فاشار ابولبابة بیده علی حلقة انه الذبح فلاتفعلوا، قال ابو لبابه، واللّٰہ ما زالت قد رای من مکانهما حتی عرفت انی قد خنت اللّٰہ ورسوله ثم انطلق علی وجهه ولم یات رسول اللّٰہ ﷺ وشد نفسه علی ساریة من سواری المسجد وقال: واللّٰہ! لا اذوق طعاما ولا شرابا حتی اموت او یتوب اللّٰہ علی فلما بلغ رسول اللّٰہ ﷺ خبره قال: اما لوجأ نی لاستغفرت له فاما اذا فعل ما فعل فانی لا اطلقه حتی یتوب اللّٰہ علیه فمکث سبعة ایام، لا یذوق طعاما ولا شرابا حتی خر مغشیا علیه ثم تاب اللّٰہ علیه فقیل له: یا ابا لبابة قد یتب علیک فقال: لا واللّٰہ لا احل نفسی حتی یکون رسول اللّٰہ ﷺ هو الذی یحلنی فجآء ہ فحله بیده ثم قال ابو لبابة: یارسول اللّٰہ ان من تمام توبتی ان اهجر دار قومی التی اصبت فیها الذنب وان انخلع من مال کله، قال النبی ﷺ: یجزیک الثلث فتصدق به فنزلت فیه لا تخونوا.....الایة.(۱)

ترجمہ: ”یہ آیت ابولبابہ ہارون بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی جن کا تعلق بنو

(۱)—معالم التنزیل،۲۴۷/۳۔ روح المعانی،۶۰/۷۔ النیسابوری،۷۵/۴

عوف قبیلے سے تھا اور واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول اللہ ﷺ نے قریظہ کے یہود کا اکیس دن محاصرہ کیے رکھا انہوں نے آپ ﷺ سے بنونضیر کی طرح کھیتوں اور باغات جو شام میں تھے پر صلح کے لیے کہا تو آپ ﷺ نے اُن کے دینے سے انکار کر دیا اس شرط پر کہ وہ لوگ سعد بن معاذ کے حکم پر ہتھیار پھینک کر نیچے اُتر آئیں پس انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیجیں اور ان کے خیر خواہ تھے کیونکہ ان کا مال اور گھرانہ ان کے پاس تھے پس آپ ﷺ نے اُن کو بھیجا جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اے ابولبابہ! سعد کے حکم پر اترنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے پس ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی ذبح پس انہوں نے نہ اترنے کا فیصلہ کر لیا۔ جناب ابولبابہ کا کہنا تھا کہ اللہ کی قسم میں وہاں سے ہٹا بھی نہ تھا کہ مجھے لگا کہ میں نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کر دی ہے پھر وہ وہاں سے مسجد نبوی گئے اور ستون کے ساتھ خود کو باندھ دیا اور آپ ﷺ کے پاس نہ آئے اور کہنے لگے خدا کی قسم! نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں، یا پھر اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ پس جب اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں معافی لے دیتا اب وہ بارگاہِ خدا میں عرض پرداز ہے سو وہی معافی دے گا پس آپ نے خود کو سات دن باندھے رکھا، نہ کھایا، نہ پیا یہاں تک کہ بے ہوشی طاری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی پس ابو لبابہ سے کہا گیا کہ آپ کی توبہ قبول کر لی گئی ہے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں خود کو نہیں کھولوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ مجھے نہ کھولیں پس آپ ﷺ تشریف لائے اور ابولبابہ کو کھول دیا پھر ابولبابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری توبہ قبول ہوئی ہے تو میں اپنا گھر بار چھوڑنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے مجھ سے خطا سرزد ہوئی اور اپنا سارا مال چھوڑنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے تہائی کافی ہے پس اسے صدقہ کر دے پس یہ سبب ہے آیت **لا تخونوا** کا۔"

امام رازی نے اس کے اور بھی شانِ نزول بیان کیے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت کی صلح اور قربت کی حکمت عملی نہیں اپنانی چاہیے، کبھی ان کو مسجد میں آرام کے لیے جگہ اور کبھی ان کے قلعے کا محاصرہ، کبھی ان کے ساتھ معاہدہ اور کبھی علی الاعلان قتال ۔ کیونکہ منافق اپنی منافقت اور چال بازی سے باز نہیں آتا ۔لہٰذا ان کے ساتھ نرم لہجے سے بات بھی کریں اور ان کو آنکھیں بھی دکھائیں کیونکہ ایسا نہ ہو کہ آپ صرف سختی سے توڑ لئے جائیں یا صرف نرمی کیوجہ سے نچوڑ لیے جائیں ۔

یہاں پر مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جو درسِ عبرت بھی ہے اور درسِ فراست بھی ۔اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے میں نہیں جانتا لیکن فقط نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ایک مثال ذکر کر رہا ہوں ۔(اس کا صحت وضعف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔)

ایک علاقے میں ایک سانپ رہتا تھا وہاں کے لوگ اُس سے بہت تنگ تھے ۔ایک دن وہاں سے ایک بزرگ گزرے اُن سے لوگوں نے شکایت کی کہ یہ سانپ ہمیں بہت تکلیف دیتا ہے ۔انہوں نے اس سانپ کو منع کر دیا اور کہا کہ کسی کو تکلیف نہیں دینی ۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ چلے گئے اور پھر حال یہ ہوا کہ اس علاقے کا جو بندہ بھی وہاں سے گزرتا تھا وہ سانپ کو تنگ کرتا تھا، کنکریاں مارتا تھا یہاں تک کہ ایک دن وہاں سے پھر وہی بزرگ گزرے اور دیکھتے ہیں کہ سانپ لہولہان اور زخمی ہے ۔ آپ نے اس سے کہا کہ تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا آپ نے خود ہی تو منع کیا تھا تو انہوں نے فرمایا میں نے تجھے ان کو تکلیف دینے سے منع کیا تھا یہ تو نہیں کہا تھا کہ تو اپنی پھنکار ہی چھوڑ دے ۔

اس واقعہ کو غور سے پڑھیں ۔نتیجہ یہ نکلا کہ نرمی کے ساتھ سختی بھی کرنی پڑتی ہے ورنہ نقصان اُٹھانا پڑتا ہے ۔

اس شانِ نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ:

چاہے کوئی صحابی بھی اگر خیانت کا سوچ لے تو اسے بھی اجازت نہیں ۔مگر آج کے زبان درازوں کو کس طرح اجازت مل گئی کہ وہ برسرِ منبر کھڑے ہو کر حضور نبی

کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں یا خیانت کا تصور بھی کریں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ندامت کے بعد توبہ کی قبولیت ہو جاتی ہے لیکن ندامت ایسی ہو کہ دوبارہ کبھی بھی رجوع کا شائبہ نہ ہو۔ اگر غور کیا جائے تو حضرت ابولبابہ کی توبہ ایسی توبہ تھی کہ کھانا، پینا، بیوی، بچے سب کچھ چھوڑ کر انہوں نے صرف بارگاہِ الٰہی کو اپنے تصورات و تخیلات کا مرکز بنا لیا اور تمام تر توجہات خالق کائنات کی طرف کر دیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت تک حضرت ابولبابہ کی توبہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا۔

یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں انکے لئے بخشش طلب کرتا۔ یعنی بارگاہِ مصطفوی ﷺ کی حاضری بھی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آجائیں پس اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کے لیے بخشش طلب کریں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔''

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابولبابہ جانتے بھی تھے کہ میری معافی ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود آقا علیہ السلام کو گرہ کھولنے کے لیے عرض کرنا اطمینانِ قلبی کی طرف اشارہ ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿واذ قال ابراهيم رب ارني كيف تحي الموتى قال اولم تومن قال بلى ولكن ليطمئن قلبي﴾ ۔(۲)

ترجمہ: ''اور جب ابراہیم نے کہا اے رب مجھے مشاہدہ کروا کہ تو کیسے مردے زندہ

---

(۱)—النساء:٦٤

(۲)—البقرہ:٢٦٠

کرتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کیا تجھے یقین نہیں تو عرض کی کیوں نہیں لیکن یہ کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔"

حضرت ابولبابہ کا آیتِ قرآنی کے نزول کے بعد سب کچھ ترک کر دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے اور اصل اس فانی دنیا کی خواہشات نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی محبت و اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اس آیت کریمہ کو نازل کرنا اور اپنے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر کرنا اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ خیانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت ہے۔

اللہ ورسول ﷺ سے عداوت

عداوت

ع،د،و سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دشمنی اور ظلم میں حد سے بڑھ جانا۔
کسی سے مخالفت ودشمنی رکھنے اور ظلم میں حد سے بڑھ جانے کا نام عداوت ہے۔اللہ تعالیٰ نے عداوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿من كان عدوا لله وملئكته ورسله وجبريل وميكال فان الله عدوا للكفرين o﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''جو اللہ اوراس کے فرشتوں اوراس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے پس بے شک اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔''

اس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسل کی دشمنی کو اپنی عداوت قرار دیا۔
فرشتوں سے عداوت دراصل رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تھی کیونکہ یہودیوں نے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اطاعت نہیں کی۔ظاہر ہے اگر اتباع و اطاعت کریں تو یہودی کیوں کہلائیں، محمدی کہلائیں اور حضرت جبریل امین پر الزامات اس لیے لگائے کیونکہ ان کی سوچ کے مطابق حضرت جبریل امین عذاب نازل کرنے والے فرشتے ہیں حالانکہ دیکھا جائے تو وہ تو پیامبر ہیں جو اللہ کا پیغام مصطفیٰ کریم ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔چاہے وہ قرآن ہو یا سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں۔
لہٰذا جبریل ومیکائیل کی دشمنی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی ٹھہری اور رسول اکرم

---

(۱)—البقرہ:۹۸

ﷺ کی دشمنی خدا کی دشمنی ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی وہ نبی کریم ﷺ کا انکار اور مخالفت کرتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمن قرار دیا۔ یاد رہے یہود و نصاریٰ صرف اسلام کی ہی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اسلام کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام کے تمام سسٹم (System) کی مخالفت کرتے ہیں۔ چاہے وہ اللہ کی ذات ہو یا رسول ﷺ ہوں، وہ فرشتے ہوں یا امت مصطفیٰ ﷺ کے اولیاء و علماء ہوں۔ جب انکا مقصد ہی اسلام کی مخالفت ہے تو وہ ہر طریقہ اور حربا استعمال کریں گے

جس طرح کہا جاتا ہے: ''ایک شرارت سوجت''

چاہے کوئی یہودی وعیسائی ہزار اِدھر اُدھر کی مارے لیکن یہ لوگ اسلام کے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ ہزار بار یہ لوگ لبادۂ اسلام اوڑھ کر ہزاروں مسجدِ ضرار تعمیر کرلیں۔ یہ کسی صورت میں بھی دامنِ اسلام میں پناہ لینے کے خواہاں نہیں ہوں گے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے دشمنی

محادۃ

ح،د،د سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مخالفت کرنا، عداوت رکھنا، لڑائی جھگڑا کرنا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے مخالفین کو ذلیل قرار دیا اور محبین کو جنت ورضا اور کامیابی کا مژدہ جانفزا سنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو اپنی مخالفت اور محبوب کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ اولئک فی الاذلین o کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی ان اللّٰہ قوی عزیز o لا تجد قوما یومنون باللّٰہ والیوم الاخر یوآدون من حآدّ اللّٰہ ورسولہ ولو کان اباء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللّٰہ الا ان حزب اللّٰہ ھم المفلحون o﴾۔(۱)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ہی ذلیل،اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں اور میرا رسول ہی غالب آئیں گے بے شک اللہ قوی وغالب ہے آپ اُن لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں کبھی اُن لوگوں سے محبت کرتا نہیں دیکھیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اگر چہ وہ

---

(۱)—المجادلہ:۲۰۔۲۲

اُن کے باپ، بیٹے، بھائی، یا خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان
کومضبوط کر دیا ہے اور روح سے اُن کی مدد کی اور انہیں ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ اُن سے وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہی اللہ کی جماعت ہے خبردار اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔"

لفظ حاد اور یحادون کی وضاحت کرتے ہوئے امام ماوردی لکھتے ہیں:

فيه ثلاثة اوجه:

احدها: من حارب الله ورسوله. قاله قتادة والفراء

الثاني: من خالف الله ورسوله.قاله الكلبي

الثالث: من عادى الله ورسوله. قاله مقاتل.(۱)

ترجمہ: "اس میں تین وجوہ ہیں۔

۱۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کی۔ یہ قول قتادہ اور فراء کا ہے۔

۲۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ یہ قول کلبی کا ہے۔

۳۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت و دشمنی رکھی۔ یہ قول مقاتل کا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تصویر ہے جو کبھی نہیں مٹ

---

(۱)—النکت والعیون،۶/۲۵۰

سکتی۔ابو عبیدہ بن الجراح نے اُحد میں اپنے باپ جراح کو،حضرت علی نے بدر میں عتبہ بن ربیعہ کو۔حضرت عمر نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو،مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو بدر میں قتل کیا،ابو بکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو پکار کر کہا کہ آجا!باپ بیٹے کے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔مگر حضور ﷺ نے منع فرمادیا۔بعد میں عبدالرحمٰن ایمان لے آئے تھے۔(۱)

یعنی ایک طرف دیکھا جائے تو صاحبان رسول ﷺ اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کرتے۔نہ باپ کی پرواہ، نہ بھائی کی پرواہ، نہ بیٹے کی پرواہ۔

جب بھی حکم خدا و رسول ﷺ آیا یا محبت رسول ﷺ کا معاملہ سامنے آیا تو سب کچھ پیچھے چھوڑ کر پہلے آپ ﷺ کی بارگاہ کا انتخاب کیا اور ہر رشتہ سے پہلے رشتہ محبت رسول ﷺ کو ترجیح دی اور پھر وہ لوگ بار بار پیغمبر اسلام ﷺ کے حضور حاضر ہونے کو باعث فخر و مسرت سمجھتے تھے۔

اور دوسری جانب نگاہ دوڑائی جائے تو کچھ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت و دشمنی رکھتے تھے کبھی وہ میدانِ بدر میں اپنی ذلت و رسوائی کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ابو جہل و ابولہب جیسے رُسوائے زمانہ بنتے ہیں۔حالانکہ محبت و چاہت و اطاعت و اتباع رسول ﷺ کے سوا تکمیل ایمان ممکن ہی نہیں۔اس لیے دعویٰ اسلام سے پہلے محبت رسول کے تقاضے اور آدابِ رسول ﷺ کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم وقد انزلنا ایات بینات وللکفرین عذاب مھین٥﴾۔(۲)

ترجمہ:"بے شک مخالفین خدا و رسول (ﷺ) ایسے ذلیل کیے گئے جیسے ان کے پچھلے

---

(۱)—نورالعرفان،٦٥٤

(۲)—المجادلہ:٥

اور ہم نے کھلی نشانیاں نازل (بیان) کر دیں اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔"

اس آیت کریمہ میں بھی مذکورہ آیت کی طرح مخالفین ومعاندین کی ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ،ان کو ذلیل ورسوا قرار دیا گیا اور عذاب مھین کی بشارت سنائی گئی ہے۔

یحادون کا معنی

امام سمرقندی فرماتے ہیں:

﴿ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ﴾ یعنی: یحادون ویشاقون اللّٰہ ورسولہ ویقال یشاقون اولیاء اللّٰہ ورسولہ یعنی الذین یشاقون اولیاء اللّٰہ لان احدا لا یحادی اللّٰہ ولکن من عادی اولیاء اللّٰہ فقد عادی اللّٰہ تعالیٰ. (۱)

ترجمہ: "یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عداوت ودشمنی رکھتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ جو اولیاء اللہ اور رسول سے دشمنی رکھتے ہیں کیونکہ اللہ سے کسی کی دشمنی نہیں ہے مگر جس کی دشمنی اولیاء اللہ سے ہوئی اس کی دشمنی اللہ سے ہی ہے۔"

امام قشیری لکھتے ہیں:

الذین یخالفون امر اللّٰہ ویترکون طاعۃ رسول اللّٰہ ﷺ اذلوا وخذلوا کما اذل الذین من قبلھم من الکفار والعصاۃ وقد اجری اللّٰہ سنتہ بالانتقام من اھل الاجر ام فمن ضیع للرسول سنۃ واحدث فی

---

(۱)—بحر العلوم للسمرقندی،۲۶۳/۴

(۲)—تفسیر قشیری،۹۳۹۷/۷

دینه بدعة انخرط فی هذا السلک ووقع فی هذا الذل۔(۲)

ترجمہ: ''وہ لوگ جو اللہ کے حکم کی مخالفت اور رسول ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ دیتے ہیں تو کفار اور نافرمانوں کی طرح ذلیل و رسوا کر دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجرموں سے انتقام کا ایسا طریقہ جاری کر دیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑا اور دین میں بدعت پیدا کی تو وہ جانور کی طرح رسی چھڑا کر اس راستے سے بھاگ گیا اور ذلت میں پڑ گیا۔''

منافقین کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔ بظاہر ساتھ ساتھ رہے لیکن حقیقتاً مخالفت کرتے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان کی منافقت سے آگاہ فرما دیتے تھے ورنہ منافقین کی منافقانہ چالوں سے بچنا آسان کام نہیں۔ کہیں نہ کہیں داغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عصمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿واللّٰه یعصمک من الناس﴾۔(۱)

ترجمہ: ''اور اللہ نے آپ کو لوگوں سے محفوظ فرما لیا۔''

اسی طرح منافقین کی چال سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وقالت الاعراب اٰمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا﴾۔(۲)

ترجمہ: ''دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے پس آپ فرما دیں: کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔''

یعنی دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے اور زبان سے اقرار کا نام اسلام ہے

---

(۱)—المائدہ: ٦٧

(۲)—الحجرات:١٤

چونکہ وہ لوگ جھوٹا دعویٰ ایمان کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوی کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مومن نہیں، مسلم ہو۔ یعنی تمہاری زبانیں اقرار کر رہی ہیں لیکن تمہارے دل انکاری ہیں۔

بعینہٖ جہاں جہاں کفار و مشرکین اور منافقین نے دھوکہ دینے، چال بازی یا اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو اس انداز میں ناکام بنا دیا کہ ان کی ہر دھوکہ دہی سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرما کر ان کے خلاف کامیاب حکمت عملی اپنانے کا حکم دیا۔

اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت

مشاقہ کا معنی ومفہوم

مادہ ش،ق،ق سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مخالفت کرنا، جھگڑا کرنا، دشمنی رکھنا۔(۱) یہ لفظ بھی معصیت ومخالفت کے معنی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ذلک بانهم شاقوا الله ورسوله ومن يشاق الله فان الله شديد العقاب٥﴾۔(۲)

ترجمہ: ''یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ انہوں (بنونضیر) نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جس نے اللہ کی مخالفت کی پس بے شک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے یہودیوں (کے افعال جو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں کرتے تھے اور آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے) کو دردناک اور سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور باقی انسانیت کو بھی درس اتباع واطاعت دیا ہے اور اپنے رسول ﷺ کی نافرمانی ومخالفت کو اپنی مخالفت قرار دیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک یہ بھی بڑا لطیف اشارہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ محبوب کا ذکر کیا اور پھر صرف اپنا ذکر کیا یہ بھی دراصل قرب کی طرف

---

(۱)—المعجم الوسیط، ۵۷۷

(۲)—الحشر: ٤

اشارہ ہے۔لہٰذا آج کے اس دور میں ایسی سوچ رکھنے والے لوگ اس آیت کریمہ سے سبق حاصل کریں اور مخالفت مصطفوی ﷺ کومول نہ لیں جوکہ ہلاکت اور عذاب خداوندی کا باعث ہے۔

سبب نزول

امام طبری فرماتے ہیں:

هذا الذی فعل اللّٰه بهؤلآء اليهود ما فعل بهم من اخراجهم من ديارهم وقذف الرعب في قلوبهم من المومنين وجعل لهم في الاخرة عذاب النار بما فعلوا هم في الدنيا من مخالفتهم اللّٰه ورسوله في امره ونهيه وعصيانهم ربهم فيما امرهم به من اتباع محمد ﷺ.(۱)

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کے ساتھ ایسا کیا،اُن کو شہروں سے نکالا اور اُن کے دلوں میں مومنین کا رعب ڈال دیا اور اُن کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب رکھ دیا کیونکہ وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم ونہی کی مخالفت اور نافرمانی کرتے تھے اُن احکام کی جن کا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی اتباع میں حکم دے رکھا تھا۔''

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے تھے اور نافرمانی کو اپنا وطیرہ بنالیا تھا جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔اللہ تعالیٰ اُس کو شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔''(۲)

---

(۱)—جامع البيان فی تاويل آی القرآن للطبری،۲۳/۲۶۸

(۲)—ضياء القرآن،۵/۱۶۶

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی اور ان کی مخالفت و نافرمانی عذاب جہنم کا ذریعہ ہے۔لہٰذا کوئی مشرک ہو یا منافق، کافر ہو یا مومن کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان ○ ذلك بانهم شاقوا الله ورسوله ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب ○﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''تو تم (کفار کی) گردنوں کے اوپر سے ضرب لگاؤ اور ان میں سے ہر ایک کے جوڑ توڑ دو کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں حکم قتال دیا جا رہا ہے اور کفار کی گردن پر مارنے یعنی اُن کے ایک ایک جوڑ کو مارنے اور بے کار دینے کا حکم دیا جا رہا ہے اس کی وجہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مخالفت و دشمنی ہے۔

اس میں ایک اشارہ **فاضربوا فوق الاعناق** سے دنیاوی سزا کی طرف یعنی مخالفین کا نام و نشان نہ رہے **شديد العقاب** سے اخروی سزا کی طرف اشارہ ہے یعنی دنیا و آخرت میں اُن کے لیے دردناک سزا ہے۔

شانِ نزول و مقصدیت

غزوۂ بدر کے موقع پر جب مشرکین نے پانی پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو ریت کی وجہ سے تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرما کر مومنین کو تقویت بخشی اور پھر اُن کے جوڑ جوڑ مارنے کا حکم دیا تا کہ وہ رسول ﷺ اور اصحابِ رسول ﷺ کو ایذاء پہنچانے کا سوچ بھی نہ سکیں اور واصلِ جہنم ہو جائیں۔

مقصدیت یہ ہے کہ جب بھی مجاہدین خدا و رسول ﷺ کی ذات کے لیے

---

(۱)۔الانفال:۱۲ – ۱۳

میدان میں اترتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی طرف سے طاقت عطا فرماتے ہیں لہٰذا ہر دین کے داعی اور راہی کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور معیتِ خدا و رسول ﷺ کو اپنے لیے بہت بڑا سرمایہ سمجھے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے لڑائی

محاربۃ

ح،ر،ب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے جنگ اور لڑائی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کسی قسم کی مخالفت اور نافرمانی محاربہ کہلاتی ہے اور لڑائی و نافرمانی کرنے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں رسوائی اور عذابِ عظیم ہے۔

پہلی آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿انما جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم○﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ”بے شک اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کرنے والوں اور فساد کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل یا سولی چڑھا دیا جائے اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں زمین بدر کردیا جائے یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ میں رسول امین ﷺ سے جنگ اور لڑائی (صدق

---

(۱) — المائدہ:۳۳

کے اونٹوں کو چرا کر لے جانا اور محافظ کے قتل) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ جنگ اور لڑائی قرار دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا تعلق عرینہ قبیلہ سے تھا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کے ذریعے علاج بتایا اور وہ ٹھیک بھی ہو گئے لیکن وہ مدینہ کی چراگاہ کے اونٹ لے کر بھاگے اور ایک صحابی حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا پھر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد ان کی سزا کے بارے میں اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ صحابیٔ رسول ﷺ سے جنگ کو رسول امین ﷺ سے جنگ اور رسول امین ﷺ سے جنگ کو اللہ تعالیٰ سے جنگ قرار دیا گیا ہے اور پھر اس کے بدلے میں اُن کے لیے ایسی سخت سزا مقرر فرمائی کہ کبھی بھی کسی قوم یا قبیلہ یا جماعت کے لوگوں میں جرأت نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو کسی طرح کا کوئی دکھ یا تکلیف پہنچائیں۔

شانِ نزول

عن انس رضی اللّٰہ عنه قال: قدم علی النبی ﷺ نفر من عکل فاسلموا و حتووا المدینة فامرهم (النبی ﷺ) ان یاتوا ابل الصدقة فیشربوا من ابوالها و البانها ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعاتها و استاقوا الابل فبعث النبی ﷺ فی آثارهم فاتی بهم فقطع ایدیهم و ارجلهم وسمل اعینهم ثم لم یحسمهم حتی ماتوا.(۱)

---

(۱)—معالم التنزیل،۳/ ۴۸۔ المصنف بن ابی شیبه،۶/۴۳۷۔السنن للنسائی،۷/ ۹۷۔روح المعانی، ۴/ ۴۶۵۔ الصحیح لابن حبان،۱۰/۳۱۹۔ السنن الکبریٰ،۹/۶۹۔ صحیح مسلم، ۵/ ۱۰۱۔مشکل الاثار،۴/۳۵۶۔ شرح السنة الکبریٰ،۱/ ۶۲۹)

ترجمہ: ”عکل کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اسلام قبول کر لیا لیکن مدینہ میں رہنا پسند نہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کی چراگاہ میں چلے جائیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور صحیح ہو گئے پھر وہ مرتد ہو گئے اور چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ چرا کر لے گئے۔

پس نبی کریم ﷺ نے ان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا اور ان کو پکڑ کر لایا گیا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیری گئیں پھر وہ جی نہ سکے اور مر گئے۔“

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام نے اُن کے لیے جو سزا تجویز فرمائی وہ ظلم نہیں تھا بلکہ ادلہ کا بدلہ تھا اُن لوگوں نے صحابیِ رسول ﷺ کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ان کو شہید کر دیا تھا اور ڈاکہ ڈالا اور مرتد ہو گئے تھے۔ اُن تمام تر افعالِ شنیعہ و مذمومہ کی اسلام میں شدید مذمت ہے کیونکہ یہ دہشت گردی ہے اور اسلام سراسر دہشت گردی کے خلاف ہے کیونکہ اسلام کا مطلب ہی امن و سکون ہے اور دہشت گردی کا سدِّ باب اسلام نے تعزیرات، حدود و قصاص اور جہاد کے ذریعے کیا ہے تا کہ کلمۂ حق بلند ہو جائے اور جب کلمۂ حق بلند ہو گا تو ہر طرف عدل و انصاف کی حکومت ہو گی اور حق و صداقت کا بول بالا ہو گا۔

اگر چہ کچھ اصول و قوانین کی دیدنی بظاہر بڑی مشکل اور کٹھن لگتی ہے لیکن حقیقت میں وہی اصول و قوانین اصلاحِ انسانیت و معاشرہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس دنیا میں جہاں بھی ایسے قوانین پائے جاتے ہیں اس میں معاشرتی خرابیاں بہت کم اور معاشرہ کی تشکیل بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام کے یہ قوانین تشکیل معاشرت کے لیے رہبر و رہنما ہیں۔

دوسری آیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللّٰہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ واللّٰہ یشھد انھم لکذبونo ﴾۔(۱)

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے، کفر پھیلانے اور مومنین کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور اس شخص کا ٹھکانا بنانے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی جنگ میں ہے اور وہ ضرور بہ ضرور حلف اٹھائیں گے کہ ہم تو صرف بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور اللہ ان کے جھوٹا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں منافقین کی چال بازیوں اور منافقوں کا سدباب کیا گیا ہے اور قیامت تک کے لیے ایسی مساجد کی تعمیر و اندراج (Registration) اور ان میں آمد و رفت سے منع کر دیا گیا ہے جن میں اسلام کے خلاف سازشیں اور نبی کریم ﷺ کے مشن کے خلاف پروپیگنڈے ہوں۔ ہزار بار لوگ یہ کہیں کہ یہ مسجد ہم نے لوگوں کی اصلاح اور دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے بنائی ہے لیکن جس مسجد میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت ہو رہی ہو اس کو مسجد اسلام کہنا بھی مساجد اسلام کی توہین ہے اسلام نے ایسی عمارت کو مسجد ضرار کے ساتھ ملقب کر کے منافقین کے ناکام عزائم کو بے مطلوب و بے مقصود کر دیا ہے۔

شانِ نزول و مقصدیت

قال البغوی: نزلت ھذہ الآیۃ فی جماعۃ المنافقین بنوا مسجدا یضارون بہ مسجد قباء وکانوا اثنی عشر رجلا من اھل النفاق: ودیعۃ بن ثابت وجذام بن خالد ومن دارہ اخرج ھذا المسجد وثعلبۃ بن حاطب وجاریۃ بن عامر وابناہ مجمع وزید ومعتب بن

---

(۱)—التوبہ:۱۰۷

قشیر وعباد بن حنیف، وابو حبیبة بن الازعر وخبتل بن الحارث، وبجاد بن عثمان ورجل یقال له؛ بحزج بنوا هذا المسجد ضرارا یعنی؛ مضارة للمومنین (وکفرا) باللّٰه ورسوله (وتفریقا بین المومنین) لانهم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قباء، فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیه بعضهم فیؤدی ذلک الی الاختلاف وافتراق الکلمةوکان یصلی بهم مجمع بن جاریه فلما فرغوا من بنائه اتوا رسول اللّٰه ﷺ وهو یتجهز الی تبوک فقالوا: یارسول اللّٰه انا قد بنینا مسجد الذی العلة والحاجة واللیلة المطیرة واللیلة الشاتیة وانا تحب ان تاتینا وتصلی بنا فیه وتدعوا لنا بالبرکة، فقال لهم رسول اللّٰه ﷺ انی علی جناح سفر، ولو قدمنا ان شاء واتیناکم فصلینا لکم فیه، لما انصرف رسول اللّٰه من تبوک ونزل جذی او ان موضع قریب من المدینة اتوه فسالوه اتیان مسجد فدعا بقمیصه لیلبسه ویاتیهم فنزل علیه القران واخبره اللّٰه تعالیٰ خبر مسجد الضرار وما هموا به فدعا رسول اللّٰه ﷺ مالک بن الدخشم ومعن بن عدی وعامر بن السکن ووحشیا قاتل حمزة وقال لهم: انخلقوا الی هذا المسجد الظالم اهله فهدموه واحترموه فخرجوا سریعا حتی اتوا بنی سالم بن عوف وهم رهط مالک بن الدخشم فقال مالک: انظرونی حتی اخرج الیکم بنارمن اهلی فدخل اهله فاخذ سعفا من النحل فاشغل فیه نارا ثم خرجوا یشدون حتی دخلوا المسجد وفیه اهله فحرقوه وهدموه وتفرق عنه اهله......(۱)

ترجمہ: ''یہ آیت منافقین کی اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے

(۱)—معالم التنزیل،۹۳/۴۔ لباب التاویل للخازن،۲۴۱/۳

مسجد قباء کو نقصان پہنچانے کے لیے مسجد تیار کی اور وہ بارہ (۱۲) منافق مرد تھے۔ ودیعہ بن ثابت، جذام بن خالد اور اسی کے گھر سے مسجد تیار کی گئی اور ثعلبہ بن حاطب، جاریہ بن عامر اور اس کے بیٹے مجمع اور زید اور معتب بن قشیر اور عباد بن حنیف اور ابو حبیبہ بن الازعر اور خبتل بن الحارث و بجاد بن عثمان اور ایک اور شخص جس کو بحرج کہا جاتا تھا انہوں نے مسجد ضرار یعنی مومنین کو نقصان پہنچانے کے لیے مسجد بنائی کیونکہ وہ مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے پس مسجد ضرار اس لیے بنائی گئی تا کہ اُن مومنین میں سے کچھ ادھر آ کر نماز پڑھیں تا کہ وہ اختلاف و تفرقہ میں پڑ جائیں اس میں مجمع بن جاریہ نماز پڑھاتا تھا پس جب وہ لوگ مسجد بنا کر فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ غزوۂ تبوک کے لیے تیاری فرما رہے تھے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے مسجد بنائی ہے وہ مریضوں اور حاجت مندوں کے لئے رات کے اندھیروں وغیرہ کی وجہ سے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لا کر ہمیں اس میں نماز پڑھا دیں اور ہمارے لیے برکت کی دعا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سفر کے تیار ہوں جب ہم واپس آئے تو آ کر نماز پڑھائیں گے جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ذی اوان میں جو مدینہ کے قریب جگہ ہے قدم رنجا فرمایا تو وہ لوگ آ گئے اور مسجد میں آنے کا پوچھا تو آپ نے اپنی قمیص منگوائی تا کہ پہنیں اور مسجد میں تشریف لے جائیں تو آپ پر قرآن کریم کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسجد ضرار کی خبر دی اور ان کے ارادوں سے آگاہ فرمایا پس رسول اللہ ﷺ نے مالک بن الدخشم، معن بن عدی، عامر بن السکن اور حمزہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور اُن سے فرمایا اس مسجد کی طرف چلو جس کے متولی ظالم ہیں پس اس مسجد کو گرا اور جلا دیا پھر وہ جلدی سے باہر آ گئے۔ یہاں تک کہ وہ بنو سالم بن عوف اور وہ مالک کے گھر والے ہی تھے انکے پاس آئے تو مالک نے کہا تم ٹھہرو میں گھر سے آگ لے کر آتا ہوں پس آپ گھر گئے، کھجور کی ٹہنی لی اور آگ کا شعلہ بھڑکایا پھر پورے غصے میں مسجد میں داخل ہو کر جلا دیا اور گرا دیا اور متولیانِ مسجد بھاگ گئے۔"

مسجد ضرار کو ضرار اس لیے کہا گیا کیونکہ اس مسجد کی تعمیر کا مقصد ہی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و دشمنی تھا اور جس کی بنیاد ہی ایسی سازشوں اور پروپیگنڈوں پر ہو وہ مسجد ضرار ہی ہو سکتی ہے، مسجد نافع نہیں۔ظاہراً اگر منافقین کے عزائم و مقاصد دیکھے جائیں تو یہ اُن کا بہت ہی مشفقانہ و ماہرانہ کام نظر آتا ہے مگر جب اس کی حقیقت کی طرف نگاہ ڈالی جائے تو یہ کلیسا و صنعاء سے کم نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں دعوت دینا اور برکت کے حصول کا کہنا بد نیتی پر مبنی تھا جس کو اللہ تعالی نے افشا کیا۔مقصد صرف یہ تھا کہ جب آپ ﷺ مسجد ضرار میں قدم رنجا فرمائیں گے تو حصول برکت کے لیے یہاں مومنین آتے رہیں گے اور ہم لوگوں کو بتاتے رہیں گے کہ یہ وہ مسجد ہے جس میں خود آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

نبی کریم ﷺ کا صحابہ کو مسجد گرانے کا حکم دینا اور صحابہ کا جلدی سے مسجد کی طرف جانا اور اس کو جلانا و گرانا جذبہ ایمانی ،احکام شرع کی پاسداری، محبت و اطاعت و اتباع رسول ﷺ کی علامت ہے۔لہٰذا ہر وہ مسجد جہاں منافقت کا بازار گرم ہو اس کو گرانا احکام شرع کے عین مطابق ہے

لیکن یہ ذمہ داری حکومت وقت یا حکومت کے مقرر کردہ نمائندوں کی ہے عوام الناس کی نہیں۔

مسلمانوں کے نام ایک اہم پیغام

آج کے اس دور میں یہ پہچاننا مشکل ہے کہ منافق کون ہے؟ کیونکہ کچھ لوگ عملی منافق ہونے کے ساتھ ساتھ اعتقادی منافق بھی ہوتے ہیں اور ان کی ہمہ تن یہی کوشش ہوتی ہے کہ ہماری منافقت ظاہر نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے یہ طریقے اور راستے آسان فرمادیے ہیں تاکہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

خیال رہے کہ منافقین اپنی منافقانہ چالوں سے پہچانے جاسکتے ہیں اگر وہ

محبتِ مصطفیٰ ﷺ اور غلامیٔ مصطفیٰ ﷺ کے قائل نہ ہوں، ادبِ بارگاہِ رسالت ﷺ سے عاری ہوں، آپ ﷺ کا نام لینے سے ان کے چہرے رونق افروز نہ ہوں، آپ ﷺ کے نقوص وعیوب نکالیں یا ان کو بیان کریں اور آپ ﷺ کے ذکرِ مبارک پر غلو کے فتوے لگا کر تنقیص کے قائل ٹھہریں وہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہوں اور اولیاء اللہ کے دشمن ہوں، وہ قرآن وحدیث کو بیان ایسے کریں گویا کہ وہ شیخ القرآن یا شیخ الحدیث ہیں مگر قرآن وحدیث کے حقیقی معنی کے ساتھ ان کو کوئی لگن نہ ہو۔

اسلام اور جہاد کے نام پر لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے اُن کو اپنے مقاصد کے تحت استعمال کریں۔ لوگوں کو قرآن وحدیث اور شریعت پر عمل کا جھانسہ دیں اور کہیں کہ ہم اپنے پاس سے کوئی بات نہیں کرتے ہم جو بھی کہتے ہیں قرآن وحدیث سے کہتے ہیں۔ کچھ مسلمان ان کے دامِ فریب میں آکر راہِ حق سے بھٹک جاتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسجد ضرار کے بانیوں نے بھی یہی انداز اختیار کیا تھا لیکن خالق ومالکِ ارض وسما کو گوارا نہیں کہ کوئی شانِ رسالت میں تنقیص کا سوچے۔

چنانچہ اے مسلمانو! ایسے لوگوں کی باتوں کو سن کر یہ مت سمجھنا کہ یہ لوگ اسلام کے علمبردار ہیں بلکہ یہ لوگ تو اسلام کی جڑیں کاٹنے والے ہیں جو ایسی مساجد بنا کر انبیاء اور اولیاء کی عظمت ورفعت کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔

حاکم وقت کی ذمہ داری

مسجد ضرار والا واقعہ مدینہ طیبہ کا واقعہ ہے کیونکہ مسجد ضرار مسجد قباء کے قریب بنائی گئی اور مسجد قبا مدینہ طیبہ میں واقع ہے اور حضور نبی محتشم ﷺ مدینہ کے حاکم، قاضی اور جج تھے جنہوں نے قرآن کریم کے حکم کے مطابق مسجد ضرار کو گرا دیا۔ معلوم ہوا کہ ایسی مساجد جن میں اسلام مخالف قوتیں اسلام کی مخالفت کر رہی ہوں اور لبادۂ شرافت اوڑھ کر سادہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہی ہوں ان کی سرگرمیوں کا سدِّ باب کرنا حکمران وحاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ تمام ایسی مساجد کو گرانے کا حکم دے جن کے بانیان کے مقاصد اللہ ورسول ﷺ اور تعلیمات اسلام

کی مخالفت کرنا اور پاسبان اسلام کی عزت وحرمت کو پامال کرنا ہو یا پھر ان لوگوں کو مساجد سے باہر نکال کر صحیح العقیدہ مسلمان کا انتخاب کرے۔
اور اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ایسے خطباء و واعظین جو امت مسلمہ میں انتشار اور فتنہ وفساد کا سبب بنیں انہیں یہ بھی خطبہ و وعظ سے روک دے تا کہ اسلام کی تعلیمات صحیحہ کی اشاعت ہو اور مخالفین اسلام کے پروپیگنڈے ناکام ہوں کیونکہ مساجد تعلیمات اسلام کا بنیادی اور اہم مرکز اور ایسا ادارہ ہیں جو اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرتی ہیں جس طرح والدین اپنے بچوں کی جسمانی پرورش کرتے ہیں یوں ہی مساجد کے ذریعے سے علمی اور روحانی تربیت کی جاتی ہے۔

اللہ ورسول ﷺ کا اظہارِ بیزاری

برأت

ب، ر، أ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بیزاری، چھٹکارا، لاتعلقی، کسی کا کسی سے بیزار ہو جانا، ترکِ تعلق اور انقطاع العصمیۃ یعنی حفاظت کا ذمہ اُٹھا کر اسکو لاتعلق کر دینا۔

یہاں براءت سے مراد دین سے لاتعلقی ہے۔ اللہ تعالٰی نے مشرکین کے ساتھ بیزاری و لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿براءۃ من اللّٰہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکینO﴾ (۱)

ترجمہ: "اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کی طرف بیزاری کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی نے مشرکین سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان فرمایا ہے کیونکہ مشرکین نے جو عہد حضور ﷺ سے کیا تھا انہوں نے توڑ دیا ماسوائے بنو ضمرہ اور بنو کنانہ کے۔ پس انہوں نے عہدِ مصطفٰی ﷺ کو توڑا تو اللہ تبارک وتعالٰی نے عہدِ مصطفٰی ﷺ توڑنے کی وجہ سے اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کی بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان آیتِ قرآنی کی کے ساتھ فرمادیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا تعلق ورشتہ رسول اللہ ﷺ سے نہ رہے تو ذاتِ باری تعالٰی سے بھی لاتعلق ہو جاتا ہے کیونکہ پوری کی پوری سیرتِ طیبہ اور سنتِ مبارکہ وحیٔ الٰہی کا بیان وتفسیر ہے۔

---

(۱)—التوبۃ: ۱

شان نزول ومقصدیت

امام خازن لکھتے ہیں:

قال المفسرون: لما خرج رسول اللّٰہ ﷺ الی تبوک کان المنافقون یرجفون الاراجیف وجعل المشرکون ینقضون عھودا کانت بینھم وبین رسول اللّٰہ ﷺ فامر اللّٰہ عزوجل بنقض عھودھم وذلک قولہ سبحانہ وتعالیٰ:﴿واما تخافن من قوم خیانۃ﴾ الآیہ. ففعل رسول اللّٰہ ﷺ ما امر بہ ونبذ الیھم عھودھم قال الزجاج: ای قد برئ اللّٰہ ورسولہ من اعطآئھم العھود والوفآء بما اذا نکثوا.(۱)

ترجمہ: ’’مفسرین کا کہنا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے گئے تو منافقین افواہیں پھیلانے لگے جو اُن کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُن معاہدوں کو توڑنے کا حکم فرمادیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿واما تخافن من قوم خیانۃ ﴾ پس رسول اللہ ﷺ نے وہی کیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور آپ نے مشرکین کے معاہدوں کو توڑ دیا۔
امام زجاج فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشرکین کے عہدووفاء توڑنے کی وجہ سے ان سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔‘‘

معلوم ہوا کہ منافقین کے واویلے ہوں یا مشرکین کے عہدوپیمان کی خلاف ورزی۔ یہ سراسر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے اور جو بھی قوانین اسلام کی خلاف ورزی کرے گا اس کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بیگانہ ہے اور ظاہر ہے جو اللہ اور اس کے

---

(۱)–تفسیر خازن ۳/ ۲۲٤

رسول ﷺ سے بیگانہ ہو وہ ایک مسلمان کا دوست کیونکر ہو سکتا ہے چاہے لاکھ عہد و پیمان کی یقین دہانی کرائے، ہزار مرتبہ ہاتھ ملائے وہ بظاہر مہربانی کرتا نظر آ بھی رہا ہو لیکن یاد رکھیں اس کے پیچھے چھپے ہوئے اس کے عزائم و مقاصد ضرور ہوں گے جو تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

کفار و مشرکین کی تاریخ بھری پڑی ہے کہ انہوں نے بہت سے مقامات پر مسلمانوں کے کندھے پر رکھ کر چلانے کی کوشش کی۔ کسی مسلم مملکت میں رہنے والے مسلمان کو پیسے کی جھلک دکھا کر گمراہ کر لیا اور پھر اس کو Protocol دے کر اسلامی ریاست کے Departments کو تباہ کرنے کی مذموم کوشش کی اور بہت حد تک بظاہر کامیاب بھی رہے اور پھر پورے کے پورے ملک میں افراتفری اور دہشت گردی کی فضا قائم کر دی۔

افغانستان، عراق وغیرہ کے حالات اس بات پر گواہ ہیں کہ کافر اور مشرک تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ ایران نے آنکھیں دکھائیں تو کفر و شرک بھاگ اُٹھا۔ کاش آج بھی مسلمان سمجھ جائیں اور بجائے اس کے کہ وہ غدار اسلام و مسلمین کے لقب سے ایک پیٹ کی خاطر ملقب ہوں۔ انہیں چاہیے کہ ابھی بھی سمجھ جائیں اور زیادہ حیرانگی اس بات پر ہوتی ہے جب بڑے بڑے جنرل اور حکومت کے نمائندے اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ (Head of Department) کفر کی دلدل میں پھنس کر لالچ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب کر اپنے ایمان کو کافر کے آگے بیچ کر آخرت کے حساب سے بے فکر ہو جاتے ہیں اور اس وطن فانی کو وطن باقی سمجھ کر ڈیرہ لگا لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بڑے بڑے نمرود و فرعون اور شداد و ابو جہل بھی اس دنیا میں نہ رہے۔ ان کی اکڑ آسمان سے باتیں کرتی تھی مگر آج وہ زمین بوس ہو گئے یا زمین میں بھی جگہ نہ پا سکے تو آپ کس کھیت کی مولی ہیں جو کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور منافقت و کفر کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے۔

اپنے ایک پیٹ کو مت دیکھو۔ اسلام کا اتنا بڑا Set up دیکھو جس کی تعلیمات سے کل عالم حیران وششدر ہے۔ چند روپوں کی لالچ میں اپنا اتنا قیمتی ایمان مت بیچو جو ہدایت خداوندی کے سوا کہیں سے نہیں ملتا۔ یہ سانس چند لمحوں کی مہمان ہے نجانے کس وقت دل کی دھڑکن تھم جائے اور اس روئے زمین سے ناطہ ٹوٹ جائے اور دوگز زمین ہی مقدر بن کر رہ جائے۔

لہٰذا اٹھو اور اسلام کے داعی بن کر ہر قصرِ کفر پر اسلام کا پرچم لہرا دو تا کہ کفر وشرک، ظلمت وہلاکت، گمراہی وبدامنی کو مات ہو اور سارا عالم سکون کی زندگی گزار سکے۔

ایک اور مقام پر اظہارِ بیزاری کرتے ہوئے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

﴿واذان من اللّٰه ورسوله الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللّٰه بریئ من المشرکین ورسوله﴾ ۔(۱)

ترجمہ: ''اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان عام ہے لوگوں کے لیے حج اکبر کے دن کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔''

اس آیت کا مفہوم ومطلب بھی وہی ہے جو مذکورہ بالا کا ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کا حکم

کچھ لوگ تو وہ ہیں جو چاہتوں کے ارمان لیے، سینوں میں شمع عشق رسول ﷺ چراغاں کیے، مشتاق نگاہوں کو منتظر شاہِ خوباں کیے، اصلِ کائنات، جانِ کائنات، شانِ کائنات، روحِ کائنات، وجہِ تخلیق کائنات، ہادی ورہبر کائنات، سُرور وسَرورِ کائنات کے لیے جان ودل لیے عالمِ وارفتگی میں گشتگانِ محبت بن کر جاں نثاری کو سرمایۂ افتخار تصور کرتے ہیں۔

---

(۱) — التوبہ:۳

اور کچھ وہ لوگ ہیں جو شومیٔ قسمت، بغاوت و غداری، منافقت وارتداد، عہد شکنی و بدعقیدگی، ناشیفتگی و بدخلقی اپنے دامانِ تنگ میں لیے دنیاوخواہشات پر وارفتہ وفریفتہ ہو کر مشہودِ جہاں آرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سینوں میں نفرت لیے ابو لہب وابوجہل، کعب بن اشرف، ابورافع یہودی، ابن خطل اور اس کی لونڈیاں، عصما بنت مروان، مسیلمہ کذاب، ریجی نالڈ، شیطان ملعون رشدی، یولوجیکس، چارب (Charb)، ٹیری جونز (Terry Jones)، کورٹ ویسٹر گارڈ (Curt Wester Guard)، گولڈ زیہر (Gold Zeher)، کرٹ ویلڈرز، رابرٹ اسپنر، الیگزینڈر، ڈینیل پائیس اور دیگر ان کے متبعین (Followers) بن کر رسوائے زمانہ کالقب پا کر مستوجب عذاب جہنم ٹھہرے۔

یہاں ہم ان رحمتِ باری تعالیٰ سے محروم لوگوں کا حکم تحریر کریں گے جن کی زندگی اور اقوال نے افق پر تاریکی کی لکیر چھوڑی اور ان کی زندگی ایک سوالیہ نشان اور مسلمانوں کے لئے نفرت گاہ بن گئی۔

قرآن کریم میں گستاخِ رسول ﷺ کا حکم

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ رحمتِ خداوندی سے محروم ہوگا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الذین یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھیناo۔(۱)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں رحمت سے محروم کردیا اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کررکھا ہے۔“ اس آیت کریمہ میں اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دینے والے کے لیے دنیا وآخرت میں رحمت رب رحیم سے محرومی اور رسوکن عذاب کا مژدہ سنایا جا

---

(۱)—الاحزاب:۵۷

رہا ہے۔لعنت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام خفاجی فرماتے ہیں کہ: دنیا کی لعنت سے مراد قتل ہے۔ (نسیم الریاض)

چونکہ لعنت کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا پس جس سے اللہ تعالیٰ خیر کو دور فرمادیں اور اپنی بارگاہ سے دھتکار دیں تو ایک تو اسے جینے کا حق نہیں اور دوسرا وہ ذلیل ہی ذلیل اور رسوا ہی رسوا اور جانوروں سے بھی گمراہ و بدتر (**اولئک کالانعام بل ھم اضل**) نہ دنیا میں اس کے لیے پناہ گاہ، نہ آخرت میں کوئی پناہ گاہ، وہ رسوائے زمانہ اور ذلیل آخرت کہلائے گا۔صرف قتل ہی اس کی سزا نہیں بلکہ رہتی دنیا تک اسے نشانِ عبرت بنا دیا جائے گا اور رہا آخرت کا معاملہ تو وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہی بہتر جانے کہ اس کا حشر کیا ہوگا؟

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ کافر ہے

اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

قل اباللہ و آیاتہ ورسولہ کنتم تستھزون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم.(۱)

ترجمہ: ''فرما دیں کیا تم اللہ، اس کی آیات اور رسول کا مذاق اڑاتے ہو تم کافر ہو چکے کوئی عذر قبول نہیں۔''

اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانے والوں کو بیانگ دہل بتایا جا رہا ہے کہ اب معذرت کا بھی وقت نہیں رہا۔تمھارے کفر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔نصِ قرآنی قطعی سے گستاخانِ رسول ﷺ کے کفر پر مہر تقویم لگائی جا رہی ہے جس کے بعد عذر تو عذر، تو بہ کا تصور بھی بعید ہے۔

---

(۱)—التوبة:٦٥۔٦٦

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ واجب القتل ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ملعونین اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا۔(۱)

ترجمہ: ''یہ لعنت کردہ جہاں بھی ملیں پکڑ کر خوب قتل کیے جائیں۔''

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو لعنتی اور واجب القتل قرار دیا جا رہا ہے اور اظہارِ غضب ہے اس کلام میں کہ پہلے ان کو لعنتی قرار دیا گیا پھر حکم دیا گیا کہ بغیر کسی جگہ کے تعین کے، چاہے وہاں قتل کی ممانعت ہو یا نہ ہو ان کو گرفتار کر کے ایسے قتل کیے جائیں کہ نشانِ عبرت بن جائیں۔ اس کلام میں مفعول مطلق کا لایا جانا قتل کی تاکید کو ثابت کر رہا ہے اور قرینۂ کلام بھی وجوبِ قتل پر دال ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان ○ ذلک بانهم شاقوا الله ورسوله.(۲)

ترجمہ: ''ان کے سر قلم کرو اور ان کے جوڑ جوڑ پر مارو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں تو گستاخانِ رسول کے جوڑ جوڑ توڑ دینے کا حکم ہے یعنی ان کو بے کار اور معذور کر کے نشانِ عبرت بنایا جائے اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ان کا خاتمہ کر دیا جائے اور ان کے قتل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔

---

(۱)—الاحزاب:۶۱

(۲)—الانفال:۱۲۔۱۳

گستاخِ رسول رسوائے زمانہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ اولئک فی الاذلین. (۱)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیلوں کی صف میں ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں گستاخانِ رسول کو گھٹیا، بے وقعت اور رسوائے زمانہ قرار دیا جارہا ہے کیونکہ عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے (**وتعز من تشاء وتذل من تشاء**) جسے چاہے عزت دے اور جسے وہ رسوا کرے زمانہ بھر کے لوگ اسے معزز نہ کر سکیں اور جسے اللہ معزز کرے زمانہ بھر کے لوگ اسے رسوا نہ کر سکیں۔

گستاخِ رسول ﷺ رسوائے محشر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم. (۲)

ترجمہ: ''وہ لوگ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت کریمہ میں دشمنانِ رسول ﷺ کو دردناک عذاب کا مژدہ جانفزا سنایا جارہا ہے اسی طرح کہیں تو انہیں عذاب مہین اور کہیں عذاب الیم اور کہیں عذاب شدید وغیرہ کا پیغام سنایا جارہا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا گستاخ لعنتی، کافر، واجب القتل، رسوائے دنیا و آخرت قرار دیا گیا۔

احادیث میں گستاخ رسول ﷺ کا حکم

---

(۱)—المجادلۃ:۲۰

(۲)—التوبۃ:۶۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک آدمی کی اُم ولد تھی وہ نبی کریم ﷺ کی ہجو (گالیاں) کرتی تھی تو سمجھانے کے باوجود وہ نہ سمجھی تو انھوں نے اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اشهد ان دمها هدر." گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہے۔(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان يهودية كانت تشتم النبي ﷺ وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فابطل رسول الله ﷺ دمها. (۲)

ترجمہ: ایک یہودیہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی تو ایک آدمی نے اسے قتل کر دیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے خون رائیگاں قرار دیا۔

خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "**من سب نبيا فاقتلوه.**" (۳)

ترجمہ: جو نبی کو گالی دے اس کو قتل کر دو۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمیر بن عدی، حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت محمد بن مسلمہ جیسے جانثار صحابہ کا کعب بن اشرف، ابورافع یہودی، ابن خطل اور اس کی لونڈیوں، عصما بنت مروان اور دیگر یہودی و یہودیات کو واصل جہنم کرنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ گستاخانِ رسول ﷺ کی سزا قتل اور سرتن سے جدا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت

---

(۱)—المستدرك للحاكم ج۱۸ ص۴۱۸ حديث۸۱۵۷
قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد على شرط مسلم
(وبالفاظ مختلفة رواه ابو دائود، والنسائى والبيهقى والدار قطنى وغيرهم)

(۲)—سنن ابى داؤد ج ۱۳ ص ٤ السنن الكبرى للبيهقى ج۷ ص ٦٠

(۳)— الديلمى ج ۳ ص۵٤۱ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ٤٢٢

عبداللہ بن مسعود اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ تھا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء کی نظر میں

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر الصادق، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی گستاخِ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے تھے۔ اور یونہی تمام عالم اسلام کے علماء وفقہاء اور صوفیائے کرام بھی گستاخ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے ہیں اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کی سزا: ممالک اور مذاہب

۱۔ قبل مسیح انبیاء کی توہین کی سزا رجم تھی۔

۲۔ یہودا زم میں موسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر رجم کیا گیا۔

۳۔ رومن بادشاہ جسٹینین (Justinion) نے عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر سزائے موت مقرر کی۔

۴۔ چین میں گوتم بدھ کے مجسمے کی توہین پر ایک شخص کا سر تن سے جدا کیا گیا۔

۵۔ مصر، شام، عراق، ایران، افغانستان، چین، ترکی اور باقی جملہ ممالک جہاں جہاں مسلم حکومت رہی اور اسلامی قانون کا نفاذ رہا وہاں وہاں گستاخِ رسول ﷺ کی سزا سزائے موت تھی۔

۶۔ مغل بادشاہ اکبر کے دورِ حکومت میں بھی گستاخ رسول ﷺ کو سزائے موت دی گئی۔

۷۔ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے نوٹس اور فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے مطابق بھی گستاخ رسول ﷺ کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔

۸۔ تقریباً دنیا کے تمام ممالک میں مذہبی راہنماؤں یا لٹریچر کی اہانت پر سزا

مقرر ہے۔

ان تمام تر ابحاث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ کسی بھی ملک میں کسی بھی مذہب کے نزدیک کسی بھی رہنما یا لٹریچر کی اہانت کی اجازت نہیں ہے جب معبودانِ باطلہ کی اہانت کی بھی اجازت نہیں تو سچے خدا اور اس کے سچے رسول ﷺ کی اہانت کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ لہٰذا کوئی بھی شترے بے مہار کی طرح بے راہ روی کا شکار ہونے لگے اور گستاخیِ رسول ﷺ کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا یہی ہے کہ اس کا سرتن سے جدا کیا جائے اور اسے ذلیل ورسوا کر دیا جائے۔

گستاخِ رسول ﷺ کو سزا کون دے؟

اگر کوئی شخص گستاخیِ رسول ﷺ کا مرتکب ہو تو اس کو عدالت کے حوالے کیا جائے تا کہ عدالت میں اس سے تفتیش کے بعد جرم ثابت ہونے کی صورت میں سزائے موت دے دی جائے لیکن اگر کوئی ایسا ملک ہے جہاں شریعتِ اسلامی کا نفاذ نہیں ہے اور وہاں اسلامی قانون کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے یا عدالتیں مظلوم ہوں اور سزا کا نفاذ ممکن نہ ہو تو کوئی عاشقِ رسول ﷺ اگر کسی گستاخ رسول ﷺ کو واصلِ جہنم کرے تو یہ قانون اس صورت میں ماورائے عدالت متصور ہوگا اور اس عاشقِ رسول ﷺ کو کوئی عدالت سزا سنانے کی حقدار نہیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کوئی چیف جسٹس اور قاضی القضاۃ نہیں اور قانون آپ کے درِ اقدس کی خیرات ہے لہٰذا آپ نے سزا نہیں سنائی تو کوئی اور کیسے سنا سکتا ہے؟

مصادرومراجع

القرآن الكريم

۱-جامع البيان في تاويل القران، لا بي جعفر محمد بن جرير الطبرى

۲-تفسير القران العظيم، لابي الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي۔

۳-معالم التنزيل، لمحمد بن الحسين البغوى ۔

۴-روح المعاني في تفسير القران العظيم والسبع المثاني، لابى الفضل محمود الآلوسي۔

۵-ارشاد العقل السليم الى مزايا القرآن الكريم، لابى السعود محمد بن محمد العمادى ۔

۶-انوار التنزيل و اسرار التأويل ،لعبد الله بن عمر البيضاوى ۔

۷-النكت والعيون ،لعلي بن محمد البغدادى الماوردى ۔

۸-البحر المحيط، لابي حيان محمد بن يوسف ۔

۹- الكشاف، لابى القاسم محمود بن عمرو جار الله الزمخشرى۔

۱۰-لباب التأويل في معانى التنزيل ،لابي الحسن على بن محمد الخازن۔

۱۱-الدر المنثور ،لامام جلال الدين السيوطي۔

۱۲-التفسير الكبير لامام فخر الدين الرازى ۔

۱۳-اضواء البيان، لامام شنقيطى۔

۱۴ – ضیاء القران،لمحمد کرم شاہ الازھری۔

۱۵ –صحیح البخاری،لامام محمد بن اسماعیل البخاری۔

۱۶ –صحیح مسلم،لمسلم بن حجاج النیسابوری۔

۱۷ –سنن النسائی الکبری،لابی عبد الرحمان احمد بن شعیب النسائی۔

۱۸ –سنن ابی داؤد، لامام ابی داؤد اشعث بن سلیمان۔

۱۹ –المستدرک علی الصحیحین،ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری۔

۲۰ –سنن البیھقی الکبری،لابی بکر احمد بن الحسین البیھقی۔

۲۱ –الصحیح لابن حبان بترتیب ابن بلبان،ابو حاتم محمد بن حبان التیمی۔

۲۲ –المصنف فی الاحادیث والآثار،ابو بکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی شیبۃالکوفی۔

۲۳ –مشکل الآثار ،لامام ابی جعفر الطحاوی ۔

۲۴ –شرح السنۃ الکبری ،لامام البغوی۔

۲۵ –مسند الفردوس، لامام الدیلمی۔

۲۶ –حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی،ابو الفضل عبد الرحمان بن ابی بکر السیوطی۔

۲۷ –الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،لقاضی عیاض المالکی۔

۲۸ –المثل السائر لابی الفتح الموصلی ۔

۲۹ –شان حبیب الرحمان من آیات القرآن،مفتی احمد یار خان نعیمی۔

۳۰ –نور العرفان ،مفتی احمد یار خان نعیمی۔

۱۳۱-المعجم الوسیط